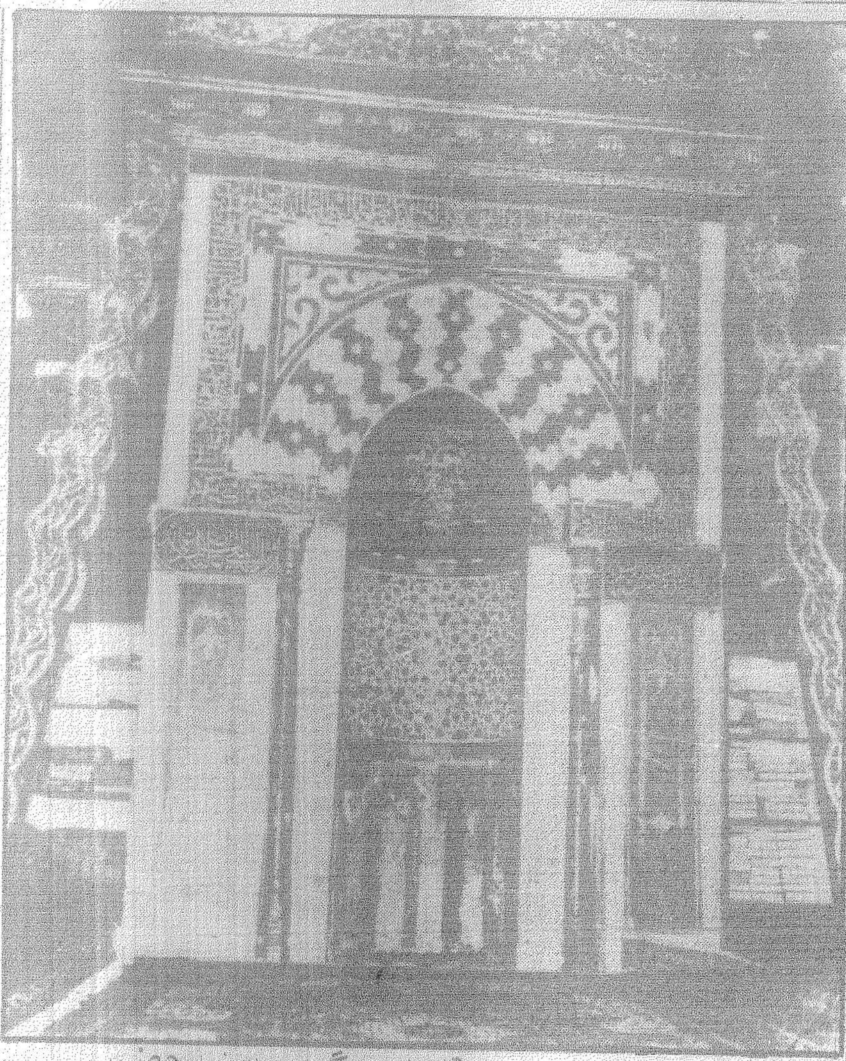
ہفت روزہ

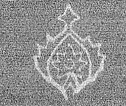
خدام الدین

لاہور
پاکستان



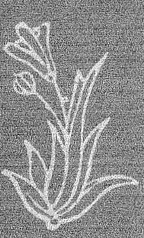
مسجد نبوی کا وہ مقدس مقام جس جگہ سید الانبیاء حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلمؐ خدائے ارحم الراحمین کی بارگاہ جلال میں سر بسجود ہوا کرتے تھے

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ



مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر
مجاہد الحسینی



جلد نمبر ۱۸ ——— شمارہ نمبر ۳۹
قیمت - فی شمارہ ۴۰ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۲ ہجری
۲ فروری ۱۹۷۳ عیسوی

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی

اولاد کا جہاد یہ ہے کہ والدین کی خدمت کریں

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال جاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرِیْدُ الْجِھَادَ فَقَالَ اَحَیٌّ وَالِدَاکَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ فَفِیْھِمَا فَجَاھِدْ۔ (الادب المفرد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جہاد کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے پوچھا کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں زندہ ہیں — آپؐ نے فرمایا کہ پھر تم ان دونوں ہی میں جہاد کا فریضہ ادا کرو۔

تشریح جہاد لغت میں نام ہے اس محنت و کوشش کا جس میں آدمی اپنے کو تھکا دے۔ یعنی منشاء یہ ہے کہ والدین کو راضی رکھنے میں جو کچھ تم سے ہو سکتا ہے کرو، ان کی خدمت کرو، ان کی راحت و عافیت کا سامان بہم پہنچاؤ اور یقیناً کسی کے حق میں یہی سب سے بڑا جہاد ہے کہ وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کی دیکھ بھال اور خدمت کرے۔ اور منشاء نبوی پر عمل کرے۔

اس حدیث سے ماں باپ کی خدمت و رضامندی کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور جب امیر حکم دے دے تو فرض عین۔ مگر جو والدین بچوں کی خدمت کے محتاج ہوں ان کے لیے ان کی خدمت کو مقدم رکھا گیا۔ اس لیے کہ والدین کے ساتھ احسان اور نیکوکاری ہر حال میں فرض عین ہے۔ کتاب و سنت میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ بڑا بدنصیب ہے جو والدین کو ان کے بڑھاپے کی حالت میں پائے اور جنت میں داخلہ کا سامان نہ کرے بلکہ الٹے دوزخ میں جانے کا سامان فراہم کر لے۔ قرآن پاک میں صراحت موجود ہے

اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۵

ترجمہ: جب وہ دونوں کے دونوں یا ان میں سے کوئی ایک تمہارے رہتے ہوتے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو "ہوں" بھی نہ کہو اور نہ تیز بات کہو یعنی نہ جھڑکو، ان دونوں سے شریفانہ بات کرو۔

آئندہ حدیث آئے گی کہ ماں باپ مشرک ہوں تو بچے اور اولاد پر ان کی خدمت گزاری بھی ضروری ہے ان کا جو حق ہے وہ ہر حال میں قائم ہے۔ اس سے کبھی صرف نظر جائز نہیں۔ اسلام بداخلاقی کے ساتھ نہیں ہے وہ ہر حال میں ادب اور تواضع کو پسند کرتا ہے۔ اہل حقوق کے حق ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔

اطاعت امیر اور اطاعت امیر شریعت

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَہٗ بِذٰلِکَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَیْرِہٖ فَاِنَّ عَلَیْہِ مِنْہُ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ جل مجدہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے یقینی طور پر پروردگار عالم کی نافرمانی کی جرأت کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے یقیناً میری اطاعت کی۔ اور جس نے امیر کے حکم کی سرتابی کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی سرتابی کی اور امام (خلیفہ) تو ایک ڈھال ہے جس کو سامنے رکھ کر قتال کیا جاتا ہے اور جس کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ لہذا اگر وہ امام اللہ کے خوف کی تاکید کرے اور خود انصاف برتے تو بلاشبہ اس کے لیے اس کا اجر متیقن ہے۔ اور اگر امام اس کے خلاف زبان کھولتا ہے تو یقیناً اس پر ایک بھاری بوجھ ہے۔

تشریح قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ" جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے رب العزت کی اطاعت کی — اسی طرح قرآن پاک میں ہے "ومن یعص اللّٰہ و رسولہ فان لہ نار جھنم" اور جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکموں کی خلاف ورزی کی۔ تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔

اس روشنی میں مذکورہ حدیث کو پڑھئے۔ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کا فریضہ کیا ہے۔ حدیث کے دوسرے حصے میں بتایا گیا ہے کہ خلافت اور امامت و نیابت درست ہے۔ اور جب وہ قائم ہو جائے تو اس سے سرتابی گناہ عظیم ہے۔ اپنے امیر کا شرعی درجہ سمجھنے کے لیے اس حدیث سے بڑی روشنی ملتی ہے۔ امیر شریعت کی بھلی باتوں میں اطاعت واجب ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کے صحیح طور پر منتخب ہو جانے کے بعد اس کی نافرمانی کا گناہ مول لے۔ اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی دیوار میں شگاف ڈالے۔ کیونکہ امیر اپنے حلقہ میں مرکز و محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے کٹ کر کوئی مرکزیت پیدا نہیں کر سکتا۔ تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ امیر کو اپنا مطاع تسلیم کریں اور اپنی دینی اور دنیاوی، اجتماعی اور جماعتی زندگی کا محور بنائیں تاکہ دشمنوں کو مسلمانوں سے ٹکرانے کی جرأت نہ ہو سکے۔ اسی طرح مسلمان باہم مل جل کر زندگی گزاریں۔ اور اسلام کا جھنڈا کسی درجہ میں سرنگوں نہ ہونے پائے۔

اب امیر یا تو صالح، خدا ترس اور منصف ہوگا یا اس کے خلاف۔ اگر پہلی صورت ہے تو وہ خود مستحق اجر ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو وہ خود اپنے لیے جہنم کا سامان کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان دونوں حالتوں میں جب تک وہ امیر ہے اس کی اطاعت کریں اور اس کو اپنا محور و مرکز تسلیم کریں۔ تاکہ کوئی انتشار پیدا نہ ہونے پائے۔ البتہ کتاب و سنت کے خلاف اگر وہ کوئی حکم دے گا تو اسے ماننا نہیں چاہیے اس لیے دوسری حدیث میں صراحت ہے فاذا اُمر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ (متفق علیہ)

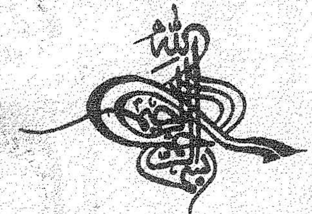
عامل شریعت امیر کی اطاعت

عن ام الحصین قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ام حصینؓ راوی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم پر ناک کان کٹا ہوا غلام امیر بنا دیا گیا اور تم کو اللہ کی کتاب کے مطابق حکم دیا جا رہا ہے تو تم اس کی اطاعت کرو اور اس کی بات سنو اور اس پر عمل کرو۔

تشریح منشا یہ ہے کہ جتنا معمولی شخص بھی امیر منتخب کیا جائے۔ اس کی اطاعت اس حلقہ کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔ یہ سمجھنا کہ ہماری جماعت، ہمارے مسلک یا ہمارے مکتب فکر کا نہیں ہے۔ اس لیے اس کا ماننا ضروری نہیں یہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)



خدام الدین

۲؍ فروری، سنہ ۱۹۷۳ء

۲۷؍ ذوالحجہ، سنہ ۱۳۹۲ھ

جلد ۱۸ شمارہ ۳۶

مندرجات

رئیس الادارہ

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبیداللہ انور

مدیر

مجاہد الحسینی

تحریر: عبدالرشید الشاذی

اپوزیشن اور حکمران پارٹی سے ایک گذارش !

اختلافات ختم کر کے نظم و اتحاد قائم کیجیے

مختلف سیاسی جماعتوں کی محاذ آرائی ملک کو مزید مشکلات اور پریشانی سے دوچار نہ کرے

اے پی پی کے مطابق جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کے مرکزی امیر حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی نے مخالف سیاسی جماعتوں اور حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ آپس کے اختلافات دور کر دیں تاکہ ملک کا آئین جلد از جلد مکمل ہو جائے رحیم یار خاں سے تیس میل دور دین پور شریف کے مقام پر ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا پچھلے پچیس برسوں سے ملک کو مفید اور صحیح آئین نہیں مل سکا ——— اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کے عوام داخلی استحکام پیدا کرنے کے لیے پوری طرح متحد ہو جائیں تاکہ پاکستان بیرونی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے۔ (۲۳ر جنوری امروز لاہور)

بلاشبہ اس وقت سب سے اہم اور بڑی ضرورت ہر شعبہ زندگی میں نظم و اتحاد پیدا کرنے کی ہے۔ پاکستان کے اندرونی اور بیرونی دشمن آزمودہ سازشوں کو دوبارہ بروئے کار لا کر باقیماندہ پاکستان کو ناگفتنی ہولناکیوں سے دوچار کرنا چاہتے ہیں وہ ہنوز اسے ختم کرنے کے درپے ہیں۔ اصلاح و درستگی اور تعمیر و تحفظ وطن کے نام پر جیسے پہلے گھناؤنا کھیل کھیلا گیا دشمنان وطن پاک پھر وہی ہتھیار استعمال کرنا چاہتے ہیں حضرت درخواستی مدظلہ العالی نے اپوزیشن اور حزب اقتدار سے بروقت اور مخلصانہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اختلافات ختم کر دیں اور داخلی استحکام پیدا کرنے کے لیے متحد ہو جائیں۔

ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں کے درمیان حالیہ محاذ آرائی اور آئین کے مسئلہ پر حزب اختلاف اور حکمران پارٹی کی موجودہ کشمکش سے ملک کا ہر باشندہ پریشان ہے۔ لوگ روزانہ لیڈروں کی تقریریں سنتے ہیں اور بیانات پڑھتے ہیں تاکہ کوئی انہیں امن و آشتی اور صلح و پیار کا پیغام سنائے لیکن انھیں ہمیشہ غدار، دشمن وطن، دشمن اسلام، غیر ملکی ایجنٹ اور ان جیسے دوسرے الفاظ اپنے رہنماؤں کی زبانی ایک دوسرے کے بارے میں سننے اور پڑھنے پڑتے ہیں۔ عوام یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ ایک شخص جو اپنے تئیں محب وطن سمجھتا ہے۔ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم کے زیر عنوان تقریر بھی جھاڑتا ہے اپنے سوا ہر دوسرے رہنما پر کیچڑ اچھال کر ملی اتحاد کی دیوار میں نقب لگاتا اور ماحول میں نفرت و انتشار کا زہر بھی گھولتا ہے ایسا ہی دوسرا شخص احترام قانون اور تدوین آئین کے موضوع پر لمبا چوڑا بیان جاری کرتا ہے لیکن اپنے خلاف رائے رکھنے والوں کے خیالات پر جرح و تنقید کرتے ہوئے اخلاق و شرافت کی تمام قدریں پامال کر دیتا ہے۔ ایک تیسرا شخص نظریۂ پاکستان کی تشریح اور حفاظت وطن کا شوق و ولولہ پیدا کرنے کے لیے گفتگو شروع کرتا ہے تو دشمن کے پروگرام اور ارادوں کا کھوج لگا کر قوم کو آگاہ کرنے اور اس کے عزائم کو ناکام بنانے کی تدابیر بتانے کے بجائے اپنے سیاسی حریف کو ملک و قوم کا غدار اور دشمن کے لیے کام کرنے والا قرار دیکر سلسلۂ کلام ختم کرتا ہے۔ حالانکہ ان میں کا ہر ایک فرد اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ایسی تقریروں، بیانات، متضاد بحثوں اور مذاکروں سے امن قائم ہوگا نہ لاقانونیت کا خاتمہ، دشمن کے حوصلے پست ہوں گے نہ ملک کا دفاع مضبوط ہوگا۔ اور مسائل حل ہوں گے اور نہ عوام کی ضروریات پوری ہوں گی۔

سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کی جانب سے اپنے طریق کار میں تبدیلی اور سیاسی سرگرمیوں میں الزام تراشی اور "مہذب گالی" دینے کا فیشن ختم کرنے کا اقدام اگر عمل میں آ جائے تو یہ ملک و قوم کی مثالی اور تاریخی خدمت ہوگی۔ ملک کی تعمیر و ترقی اور بقاء و استحکام کا انحصار نظم و اتحاد پر ہے۔ آئینی مسئلے پر اپوزیشن اور حزب اقتدار کو موجودہ محاذ آرائی فی الفور ختم کر دینی چاہیے تادم تحریر اپوزیشن کی جانب سے آئین ساز اسمبلی کا بائیکاٹ جاری ہے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ممبران اسمبلی کی تقاریر ہو رہی ہیں اور اپوزیشن لیڈروں کے بھی انٹرویو نشر ہو رہے ہیں۔ آئین بنتے بناتے پورا ایک سال بیت چکا ہے۔ اب گذشتہ سال ۲۰؍ اکتوبر کو ہونے والا آئینی سمجھوتہ موضوع بحث ہے۔ اپوزیشن حکمران پارٹی پر سمجھوتہ سے منحرف ہو جانے کا الزام لگا رہی ہے اور حکمران پارٹی اپوزیشن پر۔ عوام ہیں کہ ایک بات ادھر سے سنتے ہیں اور دوسری ادھر سے بات سمجھ میں نہیں آتی تو کہتے ہیں "ایہہ دھڑیاں سرکار دو گلاں نے"، ہوٹلوں اور عوامی میل جول کی دوسری جگہوں پر اکثر مختلف سیاسی جماعتوں کے جوشیلے ورکر گفتگو کرتے ہوتے باہم دست و گریباں ہو جاتے ہیں روز بروز "تلخی" بڑھ رہی ہے آج سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ حکمران جماعت اور مخالف سیاسی پارٹیوں کی آئین کے مسئلہ پر موجودہ کشمکش ملک و قوم کو ناگفتہ بہ مشکلات اور مصائب و پریشانیوں سے دوچار نہ کر دے۔ اس کشمکش کے طویل اور شدید ہونے کی صورت میں پاکستان دشمن طاقتوں کو ایک بار پھر پاکستان کے خلاف زہر پھیلانے، جھوٹا پراپیگنڈا کرنے پاکستانی رہنماؤں کو ایک دوسرے سے لڑانے اور ان کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موقعہ ہاتھ آ جائے گا

اس وقت سیاسی لیڈروں کو اپنی پارٹیاں چلانے اور ان کی مقبولیت بڑھانے کی فکر سے زیادہ ملک چلانے اور ملک کا وقار بلند کرنے پر توجہ دینی چاہیے اقتصادی اور دفاعی طور پر مضبوط پاکستان کی تعمیر اصل مقصد ہونا چاہیے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی سیاست سے ملک اور عوام کو کچھ نہیں ملے گا اس سے عوام کی مایوسیوں میں اضافہ ہوگا۔ معاشرہ کے ناپسندیدہ عناصر کی شیطانی فکریں سر اٹھائیں گی۔ اجتماعی مفادات کے لئے کام کرنے کا مقدس جذبہ یکسر ختم ہو جائے گا اور ملک کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا۔ پھر دشمن بآسانی اپنی ہر مرضی ہم پر مسلط کر دے گا ہمارے نوے ہزار بھائی اور بہنیں ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مکار دشمن کی قید میں ہیں اس نے قوت طاقت کے بل بوتے پر انھیں یرغمال بطور یرغمال رکھا ہوا ہے وہ ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور اپنی ہر بات ہم سے منوا لینی چاہتا ہے کیا ہمارے رہنما یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے موجودہ باہمی اختلافات سے بھارتی لیڈر ان کی "صلاحیتوں" کے معترف ہو جائیں گے؟ یا ان کی اس باہمی آویزش سے پاکستان اتنا طاقتور ہوگا۔ اور عوام کے حوصلے اتنے بلند ہو جائیں گے کہ بھارتی حکومت کا پتہ پانی ہو جائے گا؟ وہ ہمارے جنگی قیدیوں کو بلاشرط رہا کر دے گی؟ اور پھر کبھی پاکستان کی جانب بری نظر سے دیکھے بھی نہیں؟

اے رہنمایانِ وطن ایسا نہیں ہوگا۔

آج آپ جس طرح اپنے اپنے موقف کی صداقت ثابت کرنے اور اپنے حریف کی رائے

باقی صفحہ ۸ پر

حضرت مولانا مجاہد الحسینی کو صدمہ

ہفت روزہ خدام الدین کے ایڈیٹر حضرت مولانا مجاہد الحسینی کی پھوپھی اماں ۲۲ جنوری بروز سوموار ۷۵ سال کی عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اماں جان ایک خدا ترس، نیک طبع، پرہیزگار، پاکیزہ سیرت خاتون تھیں وہ کافی عرصہ سے بیمار تھیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا تاج محمود صاحب خطیب جامع مسجد ریلوے سٹیشن لائل پور نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں لائل پور کے ممتاز علماء، معززین شہر اور حضرت مولانا کے کثیر احباب و اقرباء نے شرکت کی

ادارہ خدام الدین حضرت مولانا مجاہد الحسینی اور مرحومہ کے جملہ لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور قارئین سے دعاء مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے آمین۔ یاد رہے کہ ایڈیٹر خدام الدین ان دنوں سعادتِ حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول زاد اللہ شرفہا سے بہرہ مند ہونے کے لیے پاکستان پریس وفد میں حجاز مقدس گئے ہوئے ہیں۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع

نشانِ خنجر و تیغ ہلالی کی علامت ہے — عمرؓ:۔ اسلام کی شانِ جلالی کی علامت ہے

عمرؓ:۔ جس کا لقب فاروقؓ ہے، فاروقِ اعظم ہے — وہ جس کا عدل اور انصاف دنیا میں مسلّم ہے

عمرؓ:۔ جس کو محمدؐ نے خدا سے آپ مانگا تھا — عمرؓ:۔ جو حضرتِ صدیقؓ اکبر کا خلیفہ تھا

عمرؓ:۔ صدیقؓ کا ساتھی عمرؓ عثمانؓ کا حامی — علیؓ: کا دوست تھا اور بوذرؓ و سلمانؓ کا حامی

عمرؓ:۔ جس نے نہ کی فرزند و مال و جان کی پروا — عمرؓ:۔ جس کو رہی بس دین اور ایمان کی پروا

عمرؓ:۔ فرزند پر جس نے کیا قانونِ حق جاری — عمرؓ:۔ تھا جس کے جسم و روح پر خوفِ خدا طاری

عمرؓ:۔ جو بر سرِ منبر بھی تھا سالار لشکر کا — مدینے سے ہزاروں میل تک آواز دیتا تھا

عمرؓ:۔ ہیبت سے جس کی کفر کا دل کانپ جاتا تھا — عمرؓ:۔ پیوند جو خود اپنے کرتے پر لگاتا تھا

عمرؓ:۔ جو خود مساوات و اخوت کا نمونہ تھا — کہ خادم تھا سوار اور آپ پیدل چلتا جاتا تھا

عمرؓ:۔ گندم کی بوری جس نے اپنی پیٹھ پر لادی — بلا چون و چرا جس کی اطاعت نیل نے کی تھی

عمرؓ:۔ جس نے ہٹایا حاکموں کے پہرہ داروں کو

عمرؓ:۔ جس نے مٹایا بادشاہت کے مزاروں کو

عمرؓ: جس نے کہا گر ایک کتا بھی رہا بھوکا — "مرے دورِ خلافت میں تو مجھ سے پوچھا جائے گا"

وہ جس کے دور میں کوئی نہ بھوکا تھا نہ ننگا تھا — وہ، جس کے دور میں ادنیٰ سا فتنہ تھا نہ دنگا تھا

وہ جس کے دور میں تھا امن مکے سے مدینے تک — کہ خود ساحل چلا آتا تھا طوفاں میں سفینے تک

وہ جس کا دور ہے اسلام کی تاریخ کا حاصل — وہ جس کا دور ہے انسانیت کی آخری منزل

عمرؓ:۔ ہر بتکدے میں نعرۂ تکبیر ہے گویا

عمرؓ:۔ اسلام کے قانون کی شمشیر ہے گویا

سنو، اے اشتراکی دوستو! قرآن کو کھولو! — پڑھو الحمد اور پھر سورۂ رحمان کو کھولو!

پڑھو الحمد سے والناس تک قانونِ فطرت کو — یقیناً چھوڑ دو گے اشتراکیت کی حکمت کو

تمہاری اشتراکیت نفی، اثبات سے خالی — مگر اسلام کی ہے اشتراکیت بہت عالی

عمرؓ جس کی شہادت، سازشِ سرمایہ داری تھی — عمرؓ: جس کی خلافت اشتراکیت پہ بھاری تھی

ہدایت یافتہ اسلام کا وہ مردِ حق تھا — عمرؓ اس اشتراکیت سے پہلے اشتراکی تھا

نہ روٹی کی ضرورت ہے، نہ پانی کی ضرورت ہے

مسلمانوں کو اک فاروقِ ثانی کی ضرورت ہے

بحقِ مصطفیٰؐ صلِ علیٰ — میرے خدا! کر دے

مسلمانوں کو اک فاروقِ اعظم پھر عطا کر دے

۲۵ جنوری ۱۹۷۳ء — حکیم آزاد شیرازی — مدیر تذکرہ۔ لاہور

ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین سے اقتباس

بے چین و مضطرب دنیا کیسے مطمئن ہو؟

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

عصر حاضر کا ایک اہم مسئلہ

انسان کی حالت پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ نہ اس دنیا میں ہمیشہ سے تھا اور نہ ہمیشہ رہے گا وہ کہیں سے آیا ہے۔ اور کہیں جائے گا۔ آغاز و انجام کے دونوں سرے ازل اور ابد سے بندھے ہوئے ہیں۔ درمیان کے چند برس اس زمین پر گذرتے ہیں۔ اس لیے انسان کے معاملات پر غور کرتے ہوئے اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ قوانین یا وہ ضابطہ حیات جو اس کے لیے مقرر کیا جائے وہ صرف دنیاوی زندگی انھیں درمیانی چند برسوں کو پیش نظر رکھ کر نہ مرتب کیا گیا ہو بلکہ آغاز و انجام کے لاانتہا اور غیر محدود زمانہ کو پیش نظر رکھ کر آئین عمل ترتیب دیا گیا ہو۔

فلاح و خذلان کی دو راہیں!

ظاہر ہے کہ ایسا قانون اور ایسا آئین زندگی وہ لوگ نہیں مرتب کر سکتے ہیں جو ازل کے راز کو فراموش کر چکے ہوں اور ابد تک ان کی نظر نہ پہنچتی ہو۔ ایسے لوگ جب بھی انسانی زندگی کے لیے کچھ اصول مقرر کریں گے یا ضابطے بنائیں گے۔ تو علم کی کمی۔ نظر کی کوتاہی اور واقفیت کی قلت کی بنا پر ہمیشہ غلطی کریں گے اسی بنا پر اللہ تعالےٰ نے جس کے سامنے ازل بھی ہے اور ابد بھی ہے۔ جس کا علم لامحدود اور جس کی طاقت بے پایاں ہے اور جو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام پہلوؤں کو سمجھتا اور جانتا ہے اس معاملہ میں انسان کی رہبری فرمائی اور براہ راست اسے فلاح و سعادت کی راہ بتانے کا انتظام کیا۔ اس غرض سے انبیاء علیہم السلام کی معرفت ایسی زندگی بسر کرنے کے لیے جو درمیانی زمانے ہی کے لیے نہیں بلکہ اس کے بعد بھی خیر و فلاح کا باعث ہو۔ ہدایات بھیجیں۔ جب بھی نوع انسانی نے ان قوانین کے مطابق اور ان پیغمبران برحق کی ہدایت کے موافق زندگی بسر کی اس کے لیے آئندہ جنت تو یقینی ہو ہی گئی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ دنیا بھی جنت بن گئی اور جب اس راہ سے ہٹی تو یہ دنیا بھی جہنم بن گئی اور مستقبل میں جہنم یقینی ہوگی۔

مادیت کا فیل بے زنجیر

لیکن عجیب بات ہے کہ اتنی صاف بات انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اپنی مجبوری، بے بسی، کمزوری علم و نظر کی کوتاہی اور آخر میں موت کے ہاتھوں متاع زندگی کی تاراجی کے باوجود انسان اپنی ہی عقل و خرد اور فکر و تدبیر پر اعتماد کرتا ہے اور اس شاہراہ پر قدم رکھنا نہیں چاہتا ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اس کے لیے بنا دی ہے اس مادی نقطہ نظر نے اور اس ناقص علم اور کمزور فکر نے گذشتہ دنوں میں انسان کو جو کچھ نقصان پہنچایا ہے اس کی تفصیل سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں لیکن آج ہمارے سامنے انسانیت جس نازک دور سے گذر رہی ہے اور اپنی بے بصری کے باوجود صاحب بصیرت اصحاب کی پیروی سے انکار کرکے جن مصائب و آفات سے دوچار ہے۔ سچ یہ ہے کہ تاریخ کے پچھلے اوراق میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آج دنیا میں یورپ و امریکہ کا ہر طرف دور دورہ ہے۔ بظاہر یہ قومیں عیسائی سمجھی جاتی ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ انھیں عیسائیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات یورپ میں پہلے ہی ناقص اور محرف شکل میں پہنچی تھیں۔ لیکن جو اخلاقی اور روحانی اصلاح کا سامان بچی کچی تعلیمات میں تھا وہ بھی اب نظر کے سامنے نہیں ہیں۔ اس وقت مغربی تہذیب نبوت کی راہ سے بالکل ہٹی ہوئی ہے اور وہ روحانی اصول، اخلاقی فضائل اور انسانی آداب اس کے سامنے نہیں ہیں، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ یکسر لذت و نفع اندوزی کی قائل ہے۔ انفرادی زندگی میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا اور لطف اندوز ہونا اس کا مطمح نظر ہے۔ سیاسی زندگی میں وہ طاقت و غلبہ کی قائل ہے اجتماعی زندگی میں ظالمانہ وطنیت اور جارحانہ قومیت کی پرستار ہے۔ مقاصد کو اس نے فراموش کر دیا ہے آلات و وسائل کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ انسانی فطرت کو دبا دیا ہے۔ زندگی کا مقصد بھول گئی ہے۔ روح کی غذا اور اخلاقی تربیت کی اسے کوئی فکر نہیں ہے لیکن انکشافات اور نئے مادی تجارب کے لیے بے چین ہے۔ دینی اور اخلاقی محرکات غائب ہو گئے ہیں۔ اور سرتاپا مادیت میں غرق ہے آج اس کی مثال اس مست ہاتھی کی طرح ہے جو مدہوش جھومتا ہوا چلا جا رہا ہو اور اسے اس کی پرواہ نہ ہو کہ کون اس کے پاؤں کے نیچے پامال ہو رہا ہے۔ کمزور پس رہے ہیں۔ نسلیں برباد ہو رہی ہیں۔ آبادیاں ویران ہو رہی ہیں۔ یورپ اس عالم میں دنیا کی قسمت کا مالک ہو گیا ہے۔ قوموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور عالم کی قیادت اس کے قبضہ میں ہے۔ زندگی اور اس کی تہذیب کا سفینہ اس کے حوالہ ہے باہوش ملاح بے دخل کر دیئے گئے ہیں اور یہ پوری مدہوشی کے ساتھ طوفان خیز سمندر میں اسے ہچکولے دے رہا ہے یا یوں سمجھئے کہ اقوام عالم ایک تیز گاڑی پر سوار ہیں جسے نادان ڈرائیور بے سوچے سمجھے تیزی کے ساتھ گھسیٹے لیے جا رہا ہے جس قدر یورپ کی طاقت اور قوت بڑھتی جاتی ہے اور اس کے وسائل میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اسی قدر نوع انسانی کی گاڑی جاہلیت کی منزل کی طرف تیزی سے بڑھتی جاتی ہے اس طرف جہاں آگ ہے قتل و غارت ہے، قلق و اضطراب ہے، ہنگامہ و فساد ہے، اخلاقی انحطاط ہے، اقتصادی اضطراب ہے اور روحانی افلاس ہے۔

"جوع الارض" کی وبا

آج روئے زمین پر کوئی قوم یا جماعت ایسی نہیں ہے جو ان مغربی قوموں سے اپنے خیالات اور نظریات میں مختلف ہو اور اس کو اندھا دھند طریقہ سے نوع انسانی کی گاڑی گھسیٹنے سے روک سکے جو اس کے خیالات کی اصلاح کر سکے۔ اس کے نقطہ نظر کو تبدیل کر سکے اور اس کے مقاصد کار کو صحیح کرنے کی جرأت کر سکے۔ آج افریقہ میں نہ کوئی ایسا باہمت نظر آتا ہے، نہ امریکہ میں، نہ یورپ میں، نہ ایشیا میں۔

یہ دیکھ کر غلط فہمی نہ ہو کہ آج ان مغربی قوموں میں نزاع برپا ہے، سیاسی اختلافات کے چرچے ہیں اور کشاکش کا زور ہے یہ اختلافات فکر و خیالات کا اختلاف نہیں ہے مقصد سب کا الگ ہے۔ بنیادی طور پر سب کا نقطہ نظر واحد ہے۔ انسان کے آغاز و انجام پر کسی کی نظر نہیں ہے اس کی روحانی اور اخلاقی قدریں کسی کے پیش نظر نہیں ہیں بلکہ سب خالص مادی نقطہ نظر رکھتے ہیں اور انسان کو انسان کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسی دنیا میں زندگی بسر کرنے والے ایک جانور کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ موجودہ سیاسی اختلافات اور ہنگامہ خیز معرکہ آرائیاں صرف حصول قیادت کی خاطر ہیں ہر قوم چاہتی ہے کہ اس عالم کی قیادت اس کے ہاتھ میں آئے اور دنیا کے مادی منافع سے وہ لطف اندوز ہو۔ محوری حکومتوں کی بھی یہی آرزو تھی۔ اور اتحادی حکومتیں بھی یہی چاہتی تھیں اور آج بھی اشتراکی اور جمہوری حکومتوں کے درمیان اسی قیادت کی خاطر رسہ کشی ہو رہی ہے جمہوریت اور اشتراکیت کے دلفریب نظریئے عوام الناس کو اپنے فریب میں لانے اور اپنی قیادت کو مستحکم کرنے کے لیے ہیں۔ ورنہ انکی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کہ ع

نیا جال لائے پرانے شکاری!

جمہوریتیں عمل کے آئینے میں

نام نہاد جمہوری حکومتیں اگر واقعی جمہوری ہوتیں تو جمہوری مغرب میں آج یہ کہرام برپا نہ ہوتا۔ جمہوریت کی سب سے بڑی علمبردار بلکہ کہنا چاہیئے کہ دنیا میں جمہوری نظام کو سب سے پہلے نافذ اور جاری کرنے والی حکومت فرانس ہے۔ انقلاب فرانس آزادی و جمہوریت کا منشور سمجھا جاتا ہے لیکن ٹیونس، الجیریا، مراکش، انڈوچائنا وغیرہ ان مظلوم ممالک سے اس کی حقیقت پوچھیئے کہ جمہوریت نواز اور آزادی پسند فرانس اپنے محکوموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ شاید کوئی ظالم سے ظالم حکومت بھی جبر و قہر، ظلم و جبر اور قتل و غارت کے وہ پہاڑ نہیں توڑ سکتی جو جمہوریت نواز فرانس اپنی رعایا کے سروں پر توڑ رہا ہے

انگلستان نے پچھلے سو برس میں کھلم کھلا جو مظالم اپنے ماتحت ممالک پر کیے ہیں اس کی تفصیل سے تاریخ کے اوراق سیاہ

اور آج بھی جب کہ اس کی قوت کمزور ہو چکی ہے وہ اپنی جوڑ توڑ کی پالیسی پر کاربند ہے۔

امریکہ کی جمہوریت پسندی کا حال ان حبشیوں سے پوچھئے، ان جاپانیوں سے پوچھئے، ان فلپائنیوں سے پوچھئے اور پھر چین اور کوریا کے ان باشندوں سے پوچھئے جو اس کا تختۂ مشق بن چکے اور بن رہے ہیں۔

روس اشتراکیت کے بڑے دلفریب وعدوں کے ساتھ اٹھا ہے اور نوع انسانی کو راحت و آرام کے سبز باغ دکھا رہا ہے لیکن اس کی سرخ جنت مظلوموں کے خون سے لالہ زار ہے۔ دور سے دیکھنے والے اس سراب کو آبِ حیات سمجھتے ہیں لیکن جب اس کے کنارے پہنچتے ہیں تو انھیں حقیقت معلوم ہوتی ہے، پھر اس گرم ریگستان سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں بلکہ تڑپ تڑپ کر وہیں رہ جاتے ہیں۔ اشتراکیت کی خونچکاں داستانیں کالیشیا، خیوا، بخارا، کاشغر اور سمرقند وغیرہ کے ان باشندوں سے پوچھئے جنھوں نے اس سراب سے دھوکہ کھایا ہے جو آبِ حیات کی امیدیں اس کے قریب گئے تھے لیکن انھیں ہلاکت و بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

آج جو یہ جنگ و جدل ہو رہا ہے — وہ در حقیقت جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، کوئی مقصد ہی نہیں ہے بلکہ عوام کو مطمئن کرنے کے لیے اور اپنی قیادت کی گاڑی کو گھسیٹنے کے لیے انھیں زندگی کے خوش آئند خواب دکھائے جا رہے ہیں۔ حقیقی مقصد صرف یہ ہے کہ عالم کا اقتدار ہمارے ہاتھ میں رہے۔

مشرق کی اندھیری رات میں

ایشیائی اور مشرقی قومیں بھی اپنے سامنے کوئی دینی اور اخلاقی اصول نہیں رکھتیں۔ الفاظ میں ممکن ہے کبھی کبھی ان کا ذکر آ جاتا ہے لیکن حقیقتاً اقتصادی، سیاسی تمدنی ہر میدان میں مغربی طریقے ہی پیش نظر ہیں۔ زندگی کے وہی نظریے اور کائنات کے متعلق وہی تصورات ان کے ذہن میں بھی ہیں جو مغربی قوموں کے ذہن میں ہیں۔ اور وہی کیریکٹر اور ویسے ہی اخلاق اپنے اندر پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ یہ چاہتی ہیں کہ ان پر اجانب کی حکمرانی نہ ہو۔ باقی یہ خیال کہ وہ مغربی اخلاق و آداب اور مغربی فلسفۂ حیات کی مخالفت کریں گی غلط ہے۔ جب بھی ان قوموں کو کہیں آزادی کا کوئی موقع نصیب ہوتا ہے اور اپنے معاملات پر انھیں قابو حاصل ہوتا ہے تو ان کے اخلاق کا یہ پہلو نمایاں ہو جاتا ہے اور ان کی جاہلی سیرت کھلم کھلا سامنے آ جاتی ہے۔

نئے ملاح کی ضرورت

الغرض آج سارا عالم مشرق ہو یا مغرب عام اخلاقی اجتماعی، اقتصادی اور تہذیبی الجھنوں میں گھرا ہوا ہے۔ اور بے چینی سے کسی ایسے حل کا طالب ہے جو اسے ان بندشوں اور ان مشکلوں سے نجات دے اور انسانیت کے قافلے کو تباہی اور بربادی سے بچا کر منزل مقصود تک سلامتی کے ساتھ پہنچادے لیکن اس کی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ عالم کی یہ قیادت تبدیل ہو، اور غلط ہاتھوں سے نکل کر صحیح ہاتھوں میں آئے۔ برطانیہ کے ہاتھ سے نکل کر قیادت کی باگ کا امریکہ کے ہاتھ میں پہنچانا یا ان دونوں کے ہاتھ سے نکل کر روس کے ہاتھ میں جانا۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں قطعاً مفید نہیں ہے۔ یہ سفینۂ انسانیت کے ملاح کی تبدیلی نہیں ہے۔ بلکہ چپو کی تبدیلی ہے چپو اگر داہنے ہاتھ میں ہوا تو اور اگر بائیں ہاتھ میں گیا تو اس سے کوئی بڑا فرق کشتی کی رفتار میں پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا ملاح ایک ہی ہے۔ برطانیہ امریکہ اور روس خواہ بظاہر کتنے ہی مختلف نظر آئیں لیکن ان کی حقیقت ایک شخص کے داہنے اور بائیں ہاتھ کے فرق سے زیادہ نہیں ہے۔ چپو اس ہاتھ میں ہو یا اس میں کشتی بہر حال خالص مادی ہی رخ پر چلتی رہے گی۔ اس لیے اگر نوع انسانی کی فلاح و سعادت مقصود ہے اور اس عالم کے تلاطم خیز سمندر میں انسانیت کی کشتی حیات کو سلامتی کے ساتھ ساحلِ مقصود تک پہنچانا ہے تو اس قیادت میں بڑی اہم اور وسیع تبدیلی کرنی ہوگی اور ایک نئے نقطۂ نظر کے ملاح کو یہ کشتی سونپنی پڑے گی۔

****

قرآن حکیم اور ہماری زندگی

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

اسلامی معاشرے میں انسان کا مقام

اگر کسی معاشرے کے متعلق یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ اچھا ہے یا برا، یا دوسرے معاشروں کے لحاظ سے اس کی حیثیت کیا ہے تو ہمیں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس میں "انسان" کو جو حیثیت یا مقام حاصل ہے اس کی نوعیت کیا ہے، اگر انسان کو معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل ہے تو وہ معاشرہ بھی اعلیٰ ہوگا ورنہ بصورت دیگر وہ برا ہوگا اسی طرح انسان کا مقام جتنا ارفع و اعلیٰ ہوگا معاشرہ بھی اتنا ہی ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ اس کے علی الرغم اگر انسان بے حیثیت ہوگا یا اسے پست مقام حاصل ہوگا تو اسی نسبت سے معاشرہ بھی بے حیثیت ادنیٰ اور ذلیل ہوگا۔

ادیانِ عالم کے تقابلی مطالعہ سے آج کا انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اسلام — انسان کو جو مقام دینا چاہتا ہے اس کی رفعت و عظمت اور موزونی کی نظیر کسی دوسرے دین یا مذہب میں نہیں ملتی۔ اسلامی معاشرے کا ہر فرد اس بات پر بجا طور پہ فخر و ناز کر سکتا ہے کہ اسلام اسے اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا حسین ترین شاہکار سمجھتا ہے صورت و شکل، قد و قامت اور فطرت و سرشت ہر لحاظ سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انسان کو مخاطب کر کے اس حقیقت کی طرف اس طرح توجہ دلاتا ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ۝ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ۝

(الانفطار ۸۲ : ۷، ۸)

(اے انسان تیرا لطف و کرم کرنے والا رب) وہ ہے جس نے تیری تخلیق کی (تیرا ڈھانچا بنایا) پھر اس میں موزونی و ہم آہنگی پیدا کی پھر اس میں اعتدال و تناسب پیدا کیا (بعد ازاں) جس صورت میں چاہا تیری ترکیب کر دی۔

اس تخلیقی مراحل سے گذرنے کے بعد انسان حسین ترین شکل و صورت میں ظاہر ہوا۔

وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ (التغابن ۶۴ - ۳)

(اور تمہاری صورت گری کی تو کیا ہی حسین تمہاری صورتیں بنائیں۔)

علاوہ بریں اس کی سرشت یا فطرت بھی حسین بنائی گئی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

(ہم نے انسان کو حسین ترین تقویم یعنی سرشت یا فطرت میں پیدا کیا۔)

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اسے علم و حکمت سیکھنے اور جمالیاتی اور عالم مشاہدہ کے لیے حواس اور قلب عطا کئے۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ (السجدہ ۳۲ - ۹)

(پھر اس کو راست قامت، موزوں و متناسب کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان آنکھیں اور دل و دماغ بنا دیئے)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس، دل اور عقل و فہم عطا کرنے کے بعد اسے حصول علم کی استعداد عطا کی۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ..... (البقرہ ۲ : ۳۱)

(اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے یعنی اسے علمی استعداد عطا کی)

پھر اسے بات کرنی سکھائی (الرحمٰن ۵۵ - ۴)

اور پھر اسے قلم سے لکھنا بھی سکھایا (العلق ۹۶ : ۴)

اس علم کی بدولت انسان کو مسجودِ ملائکہ بنا دیا اور جس نے اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لیے مردود بنا دیا (البقرہ ۲ : ۳۴)

انسان کی عظمت و فضیلت کے متعلق اسلام کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہری و باطنی حسن عطا کیا اس کی زندگی کو لذت و حظ، راحت و آرام، طمانیت و مسرت اور محبت کی شفقت کی لذتوں نعمتوں اور رحمتوں کی جنت بنانے کے لیے اسے قلب اور حواس کی قوتیں عطا کیں اور اسے تصورات و

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

اکرامِ مومن ۰ سیرتِ عثمانی رضؓ

باہمی قتل و خونریزی دنیا و آخرت میں تباہی کا پیش خیمہ ہے

چوہدری صادق علی ندوی، لائلپور

آج کے ماحول میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے ہر قلبِ سلیم کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ ایک سیاستدان اپنے سیاسی مقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر سوچتا ہے اور حالات کے مطابق اپنا پروگرام وضع کرتا ہے۔ کوئی جلوس نکالنے اور ہنگامہ آرائی میں اپنی کامیابی تصوّر کرتا ہے کسی کو جلسے اور جلوس کو فیل کرنے میں اپنی کامیابی نظر آتی ہے۔ اور وہ اسی کے مطابق اپنا لائحہ عمل تیار کر رہا ہے۔ اپنے اپنے پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لیے سیاستدان حضرات ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور وہ یہ بھی پروا نہیں کرتے کہ اس جنگ و جدل اور کشمکش میں کتنی قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ عوام علیحدہ پریشان اور حیران ہیں کہ کریں تو کیا کریں ایسا نہ ہو کہ فساد کی آگ بڑھتے بڑھتے تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ اور خدانخواستہ خانہ جنگی سے یہ ارضِ پاک تباہ ہو جائے۔ اہلِ بصیرت واقعات کو دیکھ کر اشکبار ہیں مگر اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے ہیں۔ ع

چشمِ بینا سے ہے جاری جوئے خوں

راقم آثم نے آج تک سیاسی میدان میں کبھی قدم نہیں رکھا اور اپنے آپ کو اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیوں میں مشغول رکھنے میں دونوں جہان کی سعادت تصوّر کرتا ہے۔ ایک مبلّغ کی تگ و دو اصلاحِ احوال کے لیے ہوتی ہے اور وہ اس کام کو کسی دنیوی غرض کے لیے نہیں کرتا ہے یعنی کسی قسم کا سیاسی یا مالی مفاد اس کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ اس کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اٹھتا ہے اور آخرت کی فلاح و بہبود کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اس کا صرف ایک ہی نعرہ ہے کہ لوگو! خدا کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت کو اپنا نصب العین بنا لو جب انسان کا نصب العین مخلوقِ خدا کی خدمت ہو گا وہ مخلوق کو ایذا نہیں پہنچا سکتا اور مخلوقِ خدا پر ظلم ہوتا دیکھ کر اس کا دل بے قرار ہو جاتا ہے۔ کسی مومن کا خون گرانا تو اس کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا وہ خونِ مسلم کی ارزانی دیکھ کر خاموش تماشائی نہیں بن سکتا ہے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں کو دنگا فساد اور خون خرابہ سے روکے۔ اور انہیں اکرامِ مومن کی تلقین کرے۔

اکرامِ مومن

یہاں اکرامِ مومن کے موضوع پر دو واقعات اپنے مسلمان بھائیوں کی توجّہ کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔ پہلا واقعہ تو وہ ہے جس میں اس کہن معمورہ میں ایک انسان نے دوسرے انسان کو سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ یہ واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے دو حقیقی بھائی قابیل اور ہابیل میں سے ایک کی قربانی اللہ پاک نے منظور فرمائی کیونکہ اس میں تقوے اور اخلاص تھا۔ دوسرے بھائی کی قربانی منظور نہ ہوئی کیونکہ اس میں اخلاص نہ تھا۔ اس پر وہ غصہ میں آگیا اور اپنے دوسرے بھائی جس کی قربانی منظور ہو گئی تھی اسے دھمکی دے دی کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ جسے دھمکی دی گئی تھی اس نے اکرامِ مومن کی وہ مثال قائم کی جو دنیا کی تاریخ میں کسی دور میں نہیں ملتی۔ دھمکی کے جواب میں اس نے کہا۔

"اگر تو اپنا ہاتھ میری طرف مجھے قتل کرنے کی غرض سے بڑھائے گا تو پھر بھی میں اپنا ہاتھ تیری طرف تجھے قتل کرنے کے لیے نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں"۔

سبحان اللہ! یہ الفاظ نہ صرف زبان سے ادا کیے گئے بلکہ عمل بھی کر کے دکھایا گیا۔ قاتل نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ مگر مقتول نے اپنا ہاتھ خدا کے خوف سے روکے رکھا انسانی تاریخ میں اس قسم کا دوسرا واقعہ تلاش کرنا مشکل ہے۔ یہ ہے اکرامِ مومن کی بہترین مثال —— اپنے مومن بھائی کا اتنا اکرام کیا کہ وہ قتل ناحق کر رہا ہے پھر بھی اس پر دست درازی نہ کی کہ اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔

اسی قسم کا دوسرا واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ہے۔ مدینہ منورہ میں سب سے پہلا جلوس جو حکومتِ اسلامیہ کے خلاف نکلا وہ قریباً تیس ہزار انسانوں پر مشتمل تھا۔ اور مدینہ منورہ کی پاک گلیوں میں نعرہ بازی کے بعد اس جلوس میں شامل لوگوں نے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا گھیراؤ کر لیا۔ اس جلوس میں زیادہ تر سبائی پارٹی کے منافقین تھے اور کچھ مخلص مسلمان تھے جو کہ غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے۔ حج کے ایام تھے اور اہلِ مدینہ میں سے بہت سے حضرات حج کرنے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔ پھر بھی کافی تعداد میں مسلمان مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ جن میں جلیل القدر صحابہ کرام یعنی حضرت علی حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔

مدینہ والوں نے حضرت عثمانؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم ان بلوائیوں کو بزورِ شمشیر پیچھے ہٹا دیں کیونکہ ان کے عزائم خطرناک ہیں اور یہ آپ کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔ آپؓ نے جنگ کی اجازت نہ دی۔ اسی اثناء میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کی جماعت لے کر پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ انصار دروازہ پر حاضر اجازت کے منتظر ہیں کہ دوبارہ اپنے انصار اللہ ہونے کا ثبوت دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:-

اِنَّ الْقِتَالَ فَلَا ۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۱ صفحہ)

"جنگ کی تو میں ہرگز اجازت نہ دوں گا"۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر عرض کی۔ "قصرِ خلافت میں ہم لوگوں کی اچھی تعداد ہے۔ اجازت ہو تو جانبازی کے جوہر دکھلائیں" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "خدائے پاک کی قسم دلاتا ہوں کہ میرے لیے خونریزی نہ کی جائے"۔

(ابن سعد جلد سوم ص ۴۹ ۔ بحوالہ تاریخ اسلام حصہ اوّل شاہ معین الدین احمد ندوی)

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے عرض کی آپ امامِ امت ہیں اور اس حال میں مبتلا ہیں۔ اس لیے تین صورتوں میں سے ایک صورت اختیار فرمائیے۔ آپ کے پاس کافی قوت ہے ہم لوگوں کو ساتھ لے کر نکلیے اور مقابلہ کیجئے۔ آپ حق پر ہیں اور بلوائی باطل پر یا پھر صدر دروازہ کو جس پر باغیوں کا ہجوم ہے چھوڑ کر ہم آپ کے لیے عقب سے دروازہ توڑ دیتے ہیں۔ آپ سواری پر بیٹھ کر مکہ نکل جائیے وہاں حرم میں لوگ جنگ نہ کریں گے۔ یا پھر شام چلے جائیے وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ موجود ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:-

"میں مقابلہ نہ کروں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہلا خلیفہ بننا نہیں چاہتا جس کے ہاتھوں آپؐ کی امت کی خونریزی کا آغاز ہو مکہ بھی نہ جاؤں گا کہ یہ خیرہ سر وہاں بھی خونریزی سے باز نہ آئیں گے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا مصداق بننا نہیں چاہتا کہ قریش کا ایک شخص مکہ کی حرمت اٹھائے گا اور اس پر آدھی دنیا کا آدھا عذاب ہو گا۔ شام کے لوگ ضرور وفادار ہیں اور معاویہؓ بھی وہاں موجود ہیں لیکن دار الہجرت اور جوارِ رسولؐ کو نہ چھوڑوں گا"۔

(مسند احمد بن حنبلؒ جلد اوّل صفحہ ۶۷)

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

قرآن مجید کا نزول : قرأت کی روایات

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

از: حافظ ابرار احمد عثمانی

قرآن مجید چونکہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ اس لیے اس کی تلاوت میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جانا چاہیے ہمارے اکابر نے اس ضمن میں جو روایات اختیار کیں وہی مستحسن ہیں۔ اور ہمیں بھی انہیں اختیار کرنا چاہیے۔ ذیل میں تلاوت اور قرأت کے چند اصول پیش کیے جاتے ہیں:۔

قرأت اس علم کا نام ہے۔ جس سے قرآنی کلمات میں ناقلین کا وہ اتفاق اور اختلاف معلوم ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لینے کی بناء پر ہے۔ کسی قاری کی رائے کی بناء پر نہیں۔ علم قرأت کا سیکھنا سکھانا واجب علی الکفایہ ہے۔ علم قرأت کا ماخذ ائمہ کی وہ صحیح اور متواتر نقلیں ہیں جو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہیں۔

قرآن مجید میں الفاظ دو طرح کے ہیں:

۱۔ متفق علیہ: جن کو تمام صحابہؓ نے ایک ہی طرح روایت کیا ہے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ مختلف فیہ: جن کو انداز عبارت اور لغات عرب کے اختلاف کی بناء پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے۔ یہاں یہ بات واضح کرنی ضروری ہے کہ قرأت اور تجوید دو الگ الگ علم ہیں۔ تجوید اس علم کا نام ہے جس سے حروف کے مخارج اور صفات اور وقف و ابتداء کے مواقع معلوم ہوں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ علم قرأت کا مدار نقل پر ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابت کا ارشاد ہے:

"تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قرآن کو اس طرح پڑھو کہ جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے۔" اختلاف قرأت کا ماخذ اور سرچشمہ وہ حدیث متواتر ہے جس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:۔

"یہ قرآن سات طریقوں اور لغتوں پر اتارا گیا ہے۔ ان میں سے جو حرف تمہارے لیے آسان (اور ممکن ہو) اسے پڑھو۔"

قرأت سنت مستحبہ ہے۔ پچھلا پہلے سے اخذ کرتا چلا آتا ہے۔ پس تم کو جس طرح پڑھائی اسی طرح پڑھو۔ امام نافعؒ اور امام ابو عمروؒ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ پابندی نہ ہوتی کہ جس طرح ہم نے پڑھا ہے اسی طرح پڑھیں۔ تو ہم فلاں حرف کو اس طرح اور فلاں حرف کو اس طرح پڑھتے۔ شاطبیہ میں ہے کہ قرأت میں قیاس کا ذرا بھی دخل نہیں۔ پس تو ان کی حفاظت کا ذمہ دار بن کر اس کو لے جس میں (ناقلین کی) پسندیدگی ہے"

حضرت اُبیؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورہ نمل اس طریق کے خلاف پڑھی جس طرح وہ پڑھتے تھے۔ حضرت اُبیؓ نے اس شخص سے پوچھا کہ اسے یہ سورۃ کس نے پڑھائی ہے؟ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی سورہ نمل پڑھی اور دونوں کے خلاف تیسری طرح پڑھی۔ پوچھا تو اس نے بھی وہی جواب دیا۔ تینوں حاضر خدمت ہوئے اور شک و شبہ بیان کیا۔ آپؐ نے تینوں کی تلاوت سن کر پہلے کو فرمایا۔ تو نے عمدہ پڑھا۔ دوسرے کو فرمایا اصبت (تو راستی کو پہنچا) پھر ان سے فرمایا۔ یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم اور گورے کالے تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔ لیکن قرآن صرف عرب لغت میں نازل ہوا تھا جب کہ ان کے لغات جدا جدا اور زبانیں متفرق تھیں۔ ایک لغت اور حرف والے کو دوسرے کے لغت اور حرف میں پڑھنا دشوار تھا بلکہ بعض پڑھ ہی نہیں سکتے تھے۔ خصوصاً بوڑھے، عورتیں اور ان پڑھ لوگ۔ پس اگر اس حالت میں یہ حکم ہوتا کہ سب کو ایک ہی لغت اور حرف میں پڑھنا ہوگا تو دقت پیش آتی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بزبان قرآن تمام مخلوق کو چیلنج دینا کہ قرآن جیسی کتاب کوئی بنا کر نہیں لا سکتا۔ اگر قرآن ایک ہی لغت پر نازل ہوتا تو دوسرے لغت والے کہتے کہ اگر ہمارے لغت میں ہوتا تو اس کے مثل بنا لاتے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ قرأت کا مدار نقل پر ہے اور ان کا تعدد نقل، عقل اور روایت کے عین موافق ہے ایک مقصد کو کئی عبارتوں سے بیان کرنا کلام کی خوبیوں میں ہے اور قرأت و روایت کی شان بھی یہی ہے کہ باوجود اس کے کہ الفاظ کی شکلیں متعدد ہو جاتی ہیں۔ لیکن مفہوم اور معنی ایک ہی رہتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک قرأت پر دوسری سے اعلیٰ ترین معانی نکلتے ہیں مثلاً یکذِبُوْن کے معنی ہیں کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور یکذّبون کے معنی ہیں کہ وہ جھوٹا بتاتے ہیں منافقوں میں یہ دونوں صفتیں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ ایمان کے دعوے میں جھوٹے بھی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) جھوٹا بھی بتاتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قرآن کریم میں دو طرح کے الفاظ ہیں (۱) اتفاقی جن کو تمام صحابہؓ نے ایک ہی طرح روایت کیا (۲) اختلافی جن کو عرب کے لغات کے مختلف فیہ ہونے کی بنیاد پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے اور پھر انہی الفاظ سے آئمہ قرأت نے جدا جدا ترتیبیں پابندی شرائط کے ساتھ اختیار کر لیں جن کی بناء پر دور اوّل میں بیشمار قرأتیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں۔ ان کی تعداد ابو عبیدؒ اور قاضی اسماعیلؒ نے پچیس لکھی ہے۔ بعد میں جوں جوں لوگوں میں سستی آتی چلی گئی شوق اور ہمت بھی گھٹتی چلی گئی اور قوت ضبط میں کمی بھی واقع ہوتی گئی جس سے ان کی تعداد بھی کم ہوتے ہوتے دس قرأت اور بیس روایات تک آ گئی۔ پھر اس علم کی نسبت قرأت اور روایات کے آئمہ ہی کی طرف ہونے لگی۔ اس وقت قرأت کل دس آئمہ کی طرف منسوب ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے دو دو راوی ہیں اور انہی کی دو دو روایتیں مل کر ایک قرأت بنتی ہے۔ وہ دس قراء اور ان کے بیس راوی حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ امام نافع مدنیؒ۔ بروایت سیدنا قالونؒ، سیدنا ورشؒ
۲۔ امام ابن کثیر مکیؒ۔ بروایت سیدنا مرّیؒ، سیدنا قنبلؒ
۳۔ امام ابو عمرو مصریؒ۔ بروایت سیدنا دوریؒ۔ سیدنا سوسیؒ
۴۔ امام ابن عامر شامیؒ۔ بروایت سیدنا ہشامؒ، سیدنا ابن ذکوانؒ
۵۔ امام عاصم کوفیؒ۔ بروایت سیدنا شعبہؒ، سیدنا حفصؒ
۶۔ امام حمزہ کوفیؒ۔ بروایت سیدنا خلفؒ، سیدنا خلادؒ
۷۔ امام کسائی کوفیؒ۔ بروایت سیدنا ابو الحارثؒ، سیدنا دوریؒ
۸۔ امام ابو جعفر مدنیؒ۔ بروایت سیدنا ابن وردانؒ، سیدنا ابن جمازؒ
۹۔ امام یعقوب حضرمیؒ۔ بروایت سیدنا رویسؒ، سیدنا روحؒ
۱۰۔ امام خلف کوفیؒ۔ بروایت سیدنا اسحاقؒ، سیدنا ادریسؒ

ان مندرجہ بالا دس قرأتوں میں سے سبعہ یعنی نافعؒ، ابن کثیرؒ، ابو عمروؒ، ابن عامرؒ، عاصمؒ، حمزہؒ اور کسائیؒ ساتوں اماموں کی قرأتیں متواتر ہیں۔ اور ثلاثہ یعنی ابو جعفرؒ، یعقوبؒ، اور خلفؒ کی قرأتیں مشہور ہیں، ان دسوں کی قرأتوں کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے اور ان کا آغاز میں پڑھنا صحیح اور درست ہے۔ (محقق جزری)

اصطلاح قراء میں قاری صرف اسے کہتے ہیں جو قرآن مجید کے حرفوں کو ان کے مخارج سے صفات لازمہ اور بہ رعایت کیفیت اوقاف اور محل اوقاف ادا کرے اور جو سبعہ یا عشرہ قرأت کی سند متصل الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھتا ہو۔

حضرت امیر المومنین امام المفسرین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ آیت وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ "قرآن مجید کے حرفوں کو ان کے مخارج سے مع صفات لازمہ ادا کرنا اور کیفیت اوقاف اور محل وقوع کو پہچاننا" لیکن آج کل ہمارے ہاں سب سے بڑا قاری وہ ہے جو

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

اسلامی خلافت کے اہم خدوخال

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم، اے، ایبٹ آباد

اسلام میں "خلافت" سے مراد وہ حکومت الٰہی ہے جو مخلوقِ خدا کی دنیا و آخرت کی سعادت کی ذمہ دار ہو، جو قانونِ الٰہی کی بنیاد پر قائم ہو، جو دنیا کے چپہ چپہ سے ظلم و جور کے خس و خاشاک کو صاف کر دے۔ اور عدل و انصاف کے لہکتے مہکتے پھولوں سے اسے رشکِ جنت بنا دے۔

اس خداوندی حکومت کا رئیس "خلیفہ" کہلاتا ہے کیونکہ وہ زمین پر خدا کا نائب ہوتا ہے۔ اور خلیفہ کے معنی یہی ہیں۔ قرآن کریم میں خلافتِ ارضی کو بہت بڑی نعمت بتایا گیا ہے۔ یہ خدا کے ان نکوکار بندوں کو عطا کی جاتی رہی ہے جو اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ۔ وہی پروردگار ہے جس نے تم کو زمین کی خلافت دی۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ۔ اے داؤد! ہم نے تم کو دنیا کا خلیفہ بنایا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اور زبور میں ہم نے لکھ دیا کہ نصیحت کے بعد زمین کی حکومت ہمارے صالح بندوں کے ہاتھ آئے گی۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مسلمان ہر طرف دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے تو خداوند قدوس نے اس پریشانیوں کے ہجوم میں انہیں اطمینان دلایا تھا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۝

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں وہ زمین کی خلافت دے گا جس طرح اس نے پچھلی (نیک عمل) قوموں کو دی۔ اور ان کے لیے ان کا خدا پسندیدہ دین مضبوط کر دے گا اور ان کے خوف کے دنوں کو امن کے زمانہ سے بدل دے گا۔"

چنانچہ یہ وعدۂ خداوندی بہت جلد پورا ہو گیا۔ ہجرت کے دس سال بعد ہی مظلوم و مجبور و بے سر و سامان مسلمان سارے جزیرۃ العرب پر حکومت الٰہی کے جھنڈے گاڑ چکے تھے۔ ایک طرف وہ کسریٰ کی طاقت کو دھکا رہے تھے اور دوسری طرف قیصر کی قوت سے ٹکرا رہے تھے۔ اس نئے دورِ "خلافتِ اسلام" کے پہلے خلیفہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور دوسرے خلیفہ جنہیں اوّل خلیفۂ رسول اللہ ہونے کا فخر حاصل ہوا ابوبکر صدیق تھے۔

لیکن تاریخ اسلام میں چونکہ خلیفہ کا استعمال "خلیفۂ رسول اللہ" کے معنی میں ہوا ہے۔ اس لیے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی شمار کیے جاتے ہیں۔

اسلام کا طرزِ حکومت اور اس کی خصوصیات

اسلامی طرزِ حکومت چاند سورج کی طرح اپنا روشن وجود رکھتا ہے اور اس وجود کے ساتھ وہ تمام خصوصیات وابستہ ہیں جن کی بناء پر دنیا کے حکومتی نظاموں کے مقابلہ میں اس کا امتیاز معلوم ہوتا ہے۔ اس طرز کو دنیائے قدیم و جدید کے کسی نظریۂ حکومت سے مکمل مطابقت نہیں دی جا سکتی۔ ارسطو کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک حکومت کے بہت سے نظریے دنیا کے سامنے آ چکے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی میں وہ تمام باتیں موجود نہیں ہیں جن کا اسلام کے طرزِ حکومت میں یکجا ہونا ضروری ہے۔

اسلامی طرزِ حکومت میں ہر حکومت کا اچھا پہلو نظر آتا ہے اور ہر فاسد پہلو اس کے دائرۂ تصور سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کو کسی ایک نظریہ کے مطابق ظاہر کرنے سے زیادہ یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ ایک مثالی اور معتدل طرزِ حکومت ہے جس میں تمام نظریوں کا اعتدال موجود ہے۔

وہ بنیادی اصول جن سے اسلامی حکومت کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتی درج ذیل ہیں:-

(ا) حکومتِ الٰہی

اسلامی حکومت کا سب سے پہلا قطعی اور بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ اپنی حکمتِ عملی کے سیاسی دائرہ میں مکمل طور پر ایک خدائی تنظیم ہے۔ اس کے حلقۂ کار میں ساری ماتحتی کا مدار کائنات کے ایک خدا کی بالادستی پر ہے۔ دنیا ایک عظیم الشان کارخانہ کی مانند ہے جس کے تمام پُرزے اپنے موجد کے حکم کے ماتحت صحیح طور سے حرکت کرنے پر مامور ہیں۔

خدا کی حکومت کا تصوّر دوسری مذہبی اقوام میں بھی موجود ہے۔ پلوٹارک نے کہا ہے "خدا کا اعتقاد لازمی ہے"۔

اوگسٹ برگ نے کہا ہے کہ "حکومت کا اقتدار خدا کا اقتدار ہے"۔

تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام نے خدا کے نام پر دنیا میں سیاسی جرائم پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے حکومت الٰہی کے نظریہ کو ایک معیّن شکل میں ڈھالا اور اس کا ایک ایسا کامیاب نمونہ پیش کر کے دکھایا جس کی مثال نہیں لائی جا سکتی۔

ب - خلافت (سیاسی نیابت)

حکومت خدا کی چیز ہے۔ انسان خدا کی طرف سے کارخانۂ حکومت کا نمائندہ، نائب اور ذمہ دار ہے۔ یہ دوسرا اصول ہے جس نے اسلامی حکومت کو تمام حکومتوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ تمام اچھے انسان بھائی بھائی ہیں، حقوق میں برابر ہیں، آزاد ہیں، ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، حکومت کے وارث ہیں، امین، شوریٰ کے رکن ہیں۔ یہ ہیں وہ نظریات جن کا اظہار نظریۂ خلافت کے ماتحت ہوتا ہے۔

ج - امامت

اسلامی حکومت اعلیٰ طرز کی امامت ہے۔ امامت ایک قطعی اصول ہے۔ جس سے اسلامی طرزِ حکومت دوسری حکومتوں سے ممتاز نظر آتا ہے۔

د - انسانیت

اسلامی حکومت انسانیت عامہ کی حکومت ہے۔ اسلام دنیا کی یگانہ طاقت ہے۔ جس نے سب سے پہلے انسانیت کو سیاسی نظام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس نے سب سے پہلے انسان کے متعلق دو واضح اعلان کیے ہیں:

۱۔ معیارِ تخلیق ۔ انسان خدا کی ایجاد ہے اور اس کو اعلیٰ ترین معیار پر ایجاد کیا گیا ہے (لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ)

۲۔ قانونِ عظمت ۔ انسان خداداد قانونِ عظمت کا مالک ہے اور اس کو دنیا کی موجودات پر برتری حاصل ہے۔ (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ ۔ ہم نے بنی آدم کو مکرّم بنایا ۔ سورہ بنی اسرائیل)

اسلام کا ظہور مکّہ میں ہوا ہے۔ اس لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ قرآن کو جب پہلی مرتبہ دنیا کو احکام سنانے کا موقع ملا تو اس نے کسی قبیلہ، کسی قوم، کسی ایک ملک اور کسی ایک طبقہ کو خطاب نہیں کیا۔ بلکہ اپنا مخاطب "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ" کے الفاظ میں تمام انسانوں کو قرار دیا۔ یہ اس امر کا واضح اور بیّن ثبوت ہے کہ اس کے سیاسی اور اجتماعی تصورات کا تعلق کسی محدود آبادی سے نہیں ہے بلکہ انسانیت عامہ کے تمام افراد سے ہے۔

اسلام کے قانون میں موجودات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں، جس کا تعلق علی الاعلان انسانیت اور انسانیت عامہ کے فائدے سے نہ ہو۔ یہ بات اس دعوے کا

آخری ثبوت ہے کہ اسلامی حکومت کا بنیادی اور لابدی اصول انسانیت ہے۔

یادداشت

قرآن اسلام کا قانون ہے اس نے دنیا میں نازل ہو کر یہ بتایا کہ خدا انسانیت کا فرمانروا اور صاحبِ اقتدارِ اعلیٰ ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لیے رحمت اور تمام انسانوں کے لیے پیغمبر ہیں۔ اسلام ایک دین اور نظام ہے اور اس کا مطالبہ یہ ہے کہ تمام انسان اس کے حلقۂ سلامتی میں داخل ہو جائیں۔ مسلمان قوم دنیا کی سب سے اچھی قوم ہے جو سارے انسانوں کے فائدے کے لیے ظاہر ہوئی ہے اور اُن کے بھلے کاموں پر گواہ ہے۔ حرم مکہ پہلا ایوان ہے جو تمام انسانوں کے لیے تعمیر کیا گیا۔ اور دنیا کے جملہ انسانوں کے لیے یکساں بنایا گیا ہے۔ زمین ذریعۂ پیداوار ہے اور اس کی پیداوار میں دنیا بھر کے انسانوں کا مساوی حق ہے۔ زندگی تمام انسانوں کا حق ہے۔ انسان کا قاتل، انسانیت عامہ کا قاتل ہے۔ (بحوالہ اسلام کا نظام حکومت — مولانا حامد الانصاری)

۵۔ عالمگیر متحدہ وحدانی حکومت

اسلامی حکومت خلافتِ ارضی ہے جو روئے زمین کو انسانیت کا وطنِ اکبر قرار دے کر اپنے عالمگیر اثر کو ظاہر کرتی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ابتدا ہی میں یہ ظاہر کر دیا تھا کہ ان کے پیغام اور حکمتِ عملی کا تعلق تمام معمورۂ ارض سے ہے۔ آپؐ نے نہایت ہی اہمیت کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ الخ زمین کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دے دی گئی ہیں۔ (بخاری و مسلم)

"اللہ نے تمام روئے زمین کو میرے قبضہ میں دے دیا ہے۔ میری نگاہیں مشرق و مغرب کے منطقوں پر پڑ چکی ہیں اور میری امت کی مملکت ان پر قائم ہوگی۔ میں تمام انسانوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور میں سرخ اور سیاہ تمام نسلوں کے لیے ظاہر ہوا ہوں۔"

آپؐ کے ان ارشادات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جس حکومت میں عالمگیر رجحان کا فقدان ہو اس کو حقیقی معنی میں اسلامی قرار نہیں دیا جا سکتا حکومت کا عالمگیر وحدت پر قائم ہونا ایک بنیادی اصول ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی مملکت ناقابلِ تقسیم وحدانی حکومت ہے۔ اس کو ملکوں، نسلوں اور قوموں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ عمومیت

اسلامی حکومت عمومیت کو اپنا اصول مانتی ہے شہنشاہیت کے خلاف ہے۔ اسلامی قانون میں بادشاہ، تاج و تخت، قصرِ شاہی، دربارِ شاہی، شہزادگی اور شخصی وراثت کا کوئی وجود نہیں۔ یہ تمام چیزیں شاہی طرزِ حکومت کے لوازمات میں سے ہیں اور اسلام کے دائرہ قانون سے خارج ہیں۔

اسلامی حکومت کا مقصد

اسلامی حکومت کی غایت اور مقصد انسانیت عامہ کی بہتری ہے۔ اس غایت کے ماتحت بہترین فرد بہترین افراد کو ایک مرکزی وحدت پر جمع کرتا ہے۔ بہترین افراد، بہترین اجتماع کو عالم وجود میں لاتے ہیں اور بہترین اجتماع بہترین حکومت کو، یہ حکومت ریاست عامہ کی حیثیت سے مرحلۂ اول ہی پر یہ ثابت کر دیتی ہے کہ دنیا کے ماحول میں اس کی غایت ان تمام طریقوں کو اختیار کرنا ہے جس کے نتیجے میں تمام انسانوں کی بہتری بر روئے کار آسکے۔ خدائے واحد کے اقتدارِ اعلیٰ کا عرفان، عالمگیر قوم کی تشکیل، تمام آفاق میں امن و امان کی بحالی، اچھے احکام کا نفاذ بُرے احکام کا انسداد، انسانی حکمت عملی کے وہ اجزاء ہیں جن پر اسلامی غایت کا مدار ہے۔ اسلامی حکومت اپنی غایت، اپنی سادگی اور اپنی عمومیت کے اعتبار سے ایک مستقل اور جداگانہ شئے ہے۔ ابن الطقطقی نے بالکل صحیح کہا ہے۔ وہ ایک حکومت ہے عام دنیوی حکومتوں سے بالکل الگ اور پیغمبرانہ اوصاف کو اپنے اندر لیے ہوئے اور ان سے مستفید (اِنَّهَا دُوْلَةٌ لَمْ تَكُنْ مِنْ طِرَازِ دُوَلِ الدُّنْيَا وَهِيَ بِالْاُمُوْرِ النَّبُوِيَّةِ وَالْاَحْوَالِ الْاُخْرَوِيَّةِ اَشْبَهُ) (الفخری ابن الطقطقی ف ۲ ص۵۲)

چونکہ اسلامی حکومت کی غایت دنیا کی بہتری ہے۔ اس لیے علامہ ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں کہ دنیا کی بہتری دو صورتوں سے اپنا اعتبار قائم کرتی ہے۔ اول دنیا کی منظم اجتماعی شیرازہ بندی اور مجموعی انتظامی تشکیل سے، (دوم) دنیا کے ہر فرد کی انفرادی بہتری سے۔

علامہ محترم اسلامی نظریہ کے مطابق فرد کی بہتری پر بے حد زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرد کی حالت متعدی ہے۔ اگر فرد کی حالت بہتر نہیں ہے تو وہ پورے اجتماعی نظام پر خراب اثر ڈالے گا۔ فرد کی حالت بھی بہتر ہونی چاہیے اور انسانیتِ عامہ کی مجموعی حالت بھی بہتر ہونی چاہیے۔ اگر فرد کی حالت خراب ہے اور مجموعی نظام کی حالت بدتر ہے۔ تو فرد کے لیے اس نظام میں کوئی دلچسپی نہیں۔ اور اگر فرد کی حالت اچھی ہے اور اجتماعی نظام خراب ہے تو یہ قطعی ممکن ہے کہ کل تک فرد کی بہتری کی موجود صورت بھی ختم ہو جائے۔

انسانی بہتری کی دو صورتیں ہیں، دونوں ہی کو نمایاں ہونا چاہیے، یہ اس لیے کہ:۔

۱۔ دنیا کی بہتری، تمام دنیا کے انسانوں کی بہتری ہے۔

۲۔ دنیا کی خرابی تمام دنیا کے انسانوں کی خرابی ہے (فَصَلَاحُ الدُّنْيَا مصلحٌ بسائر اهلها وفساد الدنيا مفسدٌ لسائر اهلها)

قرآن نے جس مقصد پر زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ انسانی سوسائٹی کا ہر رکن صالح ہو۔ علامہ سید شریف اپنی کتاب "تعریفات" میں تصریح کرتے ہیں۔ کہ صالح وہ ہے جو ہر قسم کی خرابی اور فساد سے پاک ہو، صالح وہ ہے جس میں صلاح ہو۔ امام راغب اصفہانیؒ کی تشریح کے مطابق "صلاح" فساد کی ضد ہے اس کے معنی ہیں۔ وہ بہتر حالت جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ قرآن ایسے ہی انسانوں کو حکومت کی زمام دیتا ہے۔ اس کا اعلان ہے کہ حکومت ایسے ہی انسانوں کی میراث ہے جو صالح ہوں، نیک کردار ہوں، اور صلاحیت مند ہوں۔ خدا کا وعدہ بھی یہی ہے کہ روئے زمین کی خلافت (نیابتی حکومت) ان لوگوں کو عطا کی جائے گی جو عمل اور حکمتِ عملی کے اعتبار سے بہتر معیار کے ساتھ میدان میں آئیں۔ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ متعلقہ آیت کے ضمن میں اسی مفہوم کی تائید کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ "اسلامی سوسائٹی کے نیکوکار افراد روئے زمین پر خدا کے نائب ہیں۔ انسانیت کے رہنما اور لیڈر ہیں، انسانوں کے والی اور نگران ہیں۔ اور وہی دنیا کے منطقوں میں بہتر نظام قائم کرنے پر مامور ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص۳۰۰)

قرآن جب تمام انسانوں کو عمل صالح اور اچھے کردار کا مشورہ دیتا ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ انسان خود بہتر ہو، ایک بہتر معاشرہ پیدا کرے۔ اس معاشرہ کے ارکان مل کر بہترین حکمت عملی اختیار کریں اور ایک ایسی حکومت قائم کریں جو معمورۂ عالم کو اچھے کاموں سے مل کر گلزار بنا دے۔

یہ بات قطعی ہے کہ جہاں قرآن کے حکم کے مطابق سوسائٹی کے تمام افراد اپنی بہتری کے لیے بہترین کام کریں گے۔ اور جملہ برائیوں سے باز رہیں گے وہاں بہترین حکومت ضرور قائم ہو کر رہے گی اور جہاں اس قسم کی حکومت وجود میں آئے گی وہاں تمام انسانوں کی بہتری کا مقصد لازماً پہلا اور آخری مقصد ہوگا۔

شوریٰ کی اہمیت

شوریٰ اسلامی حکومت کی جان ہے۔ آپؐ کو قرآن میں حکم دیا گیا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران) کہ حکومت کے معاملات میں شوریٰ پر عمل کیجیے۔

اور سورۃ شوریٰ میں مسلمانوں کے اجتماعی تعامل کے ضابطے کے طور پر یہ تصریح موجود ہے۔ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ ان کے حکومت کے کام شوریٰ سے انجام پاتے ہیں۔

انہی احکام کی بنیاد پر اسلام کے علمائے قانون نے یوں لکھا ہے۔ اِنَّ الشُّوْرٰى هِيَ مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرِيْعَةِ وَعَزَائِمِ الْاَحْكَامِ۔ شوریٰ شریعت کے قوانین میں سے ایک اساسی قانون اور حکومت کے فیصلوں کی بنیاد ہے۔ (امام ابن عطیہؒ م ۵۴۶ھ)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب شوریٰ کا

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

تحریر ——— علامہ یوسف جبریل

عورت اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد

اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے مذہبی سطح پر عورت کی برأت کی اور عورت کو گناہ کی ذمہ داری سے بری الذمہ قرار دے کر ایک حقیقی مقام عطا کیا اور اس کے حقوق کی ہر طرح سے حفاظت کی ورنہ اس سے پہلے جتنے مذہب تھے عورت کو انسانی گناہ کا ذمہ دار ٹھہرا کر اور اسے فتنہ قرار دے کر اس بے زبان مخلوق کو مستوجب سزا تصور کرتے تھے۔ عیسائی مذہب نے اسے گناہ کی جڑ قرار دیا۔ ہندومت نے اس کو برائی کا سرچشمہ خیال کیا اور مذہب کے پیروؤں کا رویہ عورت کے ساتھ کچھ ایسا تھا کہ عورت کی حالت جانوروں سے بدتر تھی۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ عورت کا وراثت میں کوئی حصہ نہ تھا۔ بلکہ عورت خود وراثت کا ایک حصہ تصور کی جاتی تھی والدین اپنی مرضی سے یا لالچ میں آکر لڑکی کی شادی کرتے تھے اور لڑکی کو چنا‌ؤ کا کوئی حق نہ تھا۔ ایک ایک شخص لاتعداد عورتیں رکھتا تھا۔ ہندو عورت کے خاوند کی وفات پر عورت کو ستی ہونا پڑتا تھا۔ عرب ہر طرح سے عورت پر ظلم کرتے تھے مرد مختارِ کل تھا اگر چاہتا تو عمر بھر عورت سے بات تک نہ کرتا بات بات پر طلاق دیتا اور طلاق دینے کے باوجود آزاد نہ کرتا۔ ہر طرح سے تکلیف میں مبتلا رکھتا۔ عورت کی اس قدر ناقدری تھی کہ ایک آدمی سر بازار یہ اعلان کرتا کہ مجھے جو شخص جوتے پہنا دے یا مجھے کھانا کھلا دے یا میری فلاں ضرورت کو پورا کر دے تو میں اپنی پہلی لڑکی اس کے ساتھ بیاہ دوں گا اور ایسا ہی ہوتا یورپ کے بلند آہنگ تہذیبی دعوؤں کے باوجود یورپ کے بعض ممالک میں پچھلی صدی تک عورت کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس کے باوجود وہ لوگ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اسلام کو عورت کے معاملہ میں ہدف ملامت بنانے سے نہیں چوکتے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں عورت کی وہ قدر و منزلت نہیں جو ہونی چاہیئے۔ مگر اس میں قطعاً اسلام کا قصور نہیں بلکہ قصور ان لوگوں کا ہے جو اسلامی اصولوں پر کاربند ہو کر عورت کو اپنا صحیح مقام دینے سے قاصر ہیں مگر اسلام آیا تو فرمایا "اے لوگو ڈرو تم اپنے رب سے جس نے ایک نفس و آدم پیدا کیا اور پھیلائے۔ ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں" یہ ہے اعلان انسانی مذہب کی تاریخ میں پہلا اعلان۔ کہ جس نے عورت کو انسانیت میں انسانیت کے حقیقی مقام پر لا کھڑا کیا۔ اور انسانوں کو عورت کے معاملہ میں خوف دلایا یہ اس بے محابہ ظلم و ستم کے خلاف اعلان تھا جو صدیوں سے ہر قبیلے اور ہر قوم اور ہر مذہب میں عورت پر روا رکھا جا رہا ہے۔ عورت کے بحیثیت انسان برابر کے حقوق ہیں۔ اسلام نے اس بے کس و مظلوم مخلوق کو سایۂ حمایت میں لیا، ہر طرح سے ان کی ہمدردی کی۔ ان کی حرمت کا لحاظ، ان کی عزت و آبرو کا پاس کیا ان کی عصمت کو محفوظ رکھا۔ ان کی آواز کا احترام قائم کیا انہیں مردوں کی طرح حقوق دیئے، اختیارات دیئے آزادی عطا کی انہیں اپنی جان و مال اور جائیداد کا مختار بنایا کہ جس طرح چاہیں ان کا انتظام کریں اور اپنی خواہش سے اس میں خرچ کریں۔ ان پر وحشیانہ مظالم کرنے انہیں ایذا تکلیف دینے، نقصان پہنچانے، ان کا مال جائیداد غصب کرنے، ان کی عزت و آبرو برباد کرنے سے لوگوں کو منع کیا اسلام سے پہلے لوگ بہت سی عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے تھے لیکن ان کا خرچہ برداشت نہ کر سکتے تھے نہ ہی ان میں عدل و برابری کر سکتے تھے جس سے عورتوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اسلام نے عورتوں کی تعداد مقرر کی مگر اس تعداد میں بھی شرط لگائی کہ چاروں میں برابر کا عدل کیا جائے۔ ورنہ صرف ایک آزاد عورت سے شادی کرے۔ ایام حیض میں یہودی تو عورتوں کو بالکل ترک کر کے ایک طرف بٹھا دیتے تھے۔ حتیٰ کہ برتنوں کو چھونے کی بھی اجازت نہ دیتے تھے اور عیسائی قطعاً اس چیز کی پروا نہ کرتے تھے اس لیے دونوں صورتوں میں عورت کے لیے عذاب ہی عذاب تھا۔

اسلام سے پہلے لوگ عرب میں عورت کو وراثت کا مال تصور کرتے تھے جب کوئی آدمی عورت چھوڑ کر مرتا تو اس کا مورث اس عورت کا مالک ہو جاتا تھا اور اسے جس طرح چاہتا تصرف میں لاتا تھا یا کسی دوسرے شخص سے کچھ مال لے کر اسے بیاہ دیتا تھا، یا اسے نکاح کرنے سے روک دیتا تھا حتےٰ کہ وہ تنگ ہو کر وہ یا تو کچھ مال دے کر اس سے گلو خلاصی کراتی یا یوں ہی مر جاتی۔ تو اس کے مال کا وارث بن جاتا لیکن اسلام نے اعلان کر دیا۔ "اے ایمان والو! تمھیں عورتوں کا زبردستی وارث بن جانا حلال نہیں۔"

اسلام سے پہلے لوگ دو حقیقی بہنوں کو نکاح میں ایک ساتھ جمع کر لیا کرتے تھے اور انھیں اپنے تصرف میں لایا کرتے تھے جو آپس میں لڑائی جھگڑے اور قطع رحمی کا باعث ہوا کرتا تھا اسلام نے انھیں ایسا کرنے کی ممانعت کر دی۔

اسلام سے پہلے لوگ ذرا ذرا سی چیز کے بدلے اپنی لڑکیاں دوسرے کو دینے کا قول و قرار کر دیتے تھے کوئی مجمع عام میں کھڑا ہو کر کہہ دیتا مجھے جوتا پہنائے گا تو میں اس لڑکی بیاہ دوں گا۔ اسی طرح عورتوں کی سخت ناقدری ہوتی تھی۔ اسلام نے لڑکیوں کو اس طرح دینا یا دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالنا منع فرمایا اور عورت کو اپنا شوہر اختیار کرنے کا حق دے دیا گیا۔

اسلام سے پہلے لوگ عورتوں کو ستانے کے لیے طلاق دیتے جب عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو پھر رجوع کر لیتے پھر طلاق دیتے تو پھر رجوع کر لیتے مگر اسلام نے اس رواج کو رد کر دیا اور طلاق کی حد مقرر کر دی۔ دو مرتبہ تیسری طلاق مکمل ہو گئی اسلام نے لوگوں سے اپیل کی کہ اگر طلاق دو اور عورتیں عدت ختم کرنے والی ہوں تو پھر ان کو اچھائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ ان کو چھوڑ دو یعنی ستاؤ مت۔ اسلام سے پہلے لوگ بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی کرنے سے منع کرتے تھے اسلام نے اجازت دے دی۔

اسلام سے پہلے عورت کو حق مہر نہیں دیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کا حق قرار دیا وہ جس طرح چاہے خرچ کرے پہلے لوگ عورت کو میت کے ترکہ میں حقدار نہ سمجھتے تھے اور کچھ بھی عورت کو حق وراثت میں سے نہ دیتے تھے۔ اسلام نے عورت کو مرد کی طرح ترکہ میں وراثت کا مستحق ٹھہرایا۔ اور عورت کو بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی، خالہ، خالی، پھوپھی، دادی، بھابی، بھتیجی ترکے میں وراثت کا مستحق قرار دے کر حصہ مقرر کیا۔ اسلام میں نکاح سے مرد عورت کے جان و مال کا مالک نہیں ہو جاتا بلکہ اسے کچھ خاص حقوق کا حصول ہو جاتا ہے اگر نکاح کے بعد جب عورت مرد کے گھر چلی جاتی ہے تو مرد پر اس کا نان و نفقہ اور دیگر ضروریات زندگی کا مہیا کرنا واجب ہے اور عورت کی زینت کا سامان۔ مثلاً سرمہ، تیل، صابن وغیرہ بھی مرد پر واجب ہے اور عورت کے غلام یا باندی کا روٹی کپڑا بھی مرد پر واجب ہوتا ہے۔

عورت کا حق مہر مرد پر واجب ہوتا ہے۔ ان کا مطالبہ بعد نکاح جب چاہے کر سکتی ہے اور جس قدر موجل ہو بعد طلاق یا موت شوہر سے لے سکتی ہے۔ عورت کو اختیار ہے کہ وہ مرد کے ساتھ سفر نہ کرے۔ غیر شہر کو نہ جائے جب کہ اس کو مرد کی جانب سے سفر میں کسی قسم کا ضرور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً غیر شہر میں جا کر مرد اسے بیچ ڈالے یا جوئے میں ہار جائے گا یا اس کا مال برباد کرے گا یا جبراً اس سے مہر معاف کرائے گا۔ یا اس سے بدکاری کرائے گا۔

عورت کے باپ، دادا کے سوا اگر کوئی دوسرا ولی بن کر نکاح کرا دے۔ تو عورت بلوغت میں پہنچ کر نکاح فسخ کرانے کی مجاز ہے۔ عورت کے والدین اگر لالچی اور بے عقل اچھے برے میں تمیز نہ کرنے والے ہوں اور نشے یا لالچ میں لڑکی کا نکاح کسی بدچلن یا آوارہ مزاج مرد کے ساتھ کر دیں یا کسی ذلیل پیشہ یا فقیر یا مسکین کے ساتھ کر دیں تو نکاح نہ ہو گا اور عورت کو دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنے کا حق ہو گا۔

عورت کا شوہر اگر مجنوں، کوڑھی یا مبروص ہو یا کسی اور گھناؤنے متعدی مرض میں مبتلا ہو تو عورت کو نکاح فسخ

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

(قسط نمبر ۲)

چشمۂ ہدایت

سید حفیظ احمد
ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

حصولِ ہدایت

صالح افراد	سیرت و عمل	جزاء و صلہ	حوالہ (آیت۔ رکوع۔ پارہ)
بعض لوگ	قبول اسلام، ہجرت، جہاد، رحمتِ خداوندی کی اُمید	اللہ کی مغفرت کا حق	۲۱۸-۱۱-۲
	اللہ کا خوف اور پیش فکری	انعاماتِ خداوندی کی بشارت	۲۲۳-۱۲-۲
	اللہ اور یوم آخرت پر ایمان	تزکیہ و طہارت کی سند	۲۳۲-۱۴-۲
اللہ سے ملاقات کے متمنی	آزمائش میں صبر اور فکر کی صحیح سمت، کثرتِ غنیم کے سامنے پامردی۔	اللہ کی طرف سے فتح	۲۴۹-۱۷-۲
مومنین	- - -	اللہ سے دوستی، اندھیروں سے روشنی میں	۲۵۷-۲-۳
(نیک بندے)	اللہ کے راستے میں خلوص اور دل کھول کر خرچ۔	سات سو گنا اجر خاص	۲۶۱-۴-۳
(ایمان دار)	(قولِ معروف ......)	خوف اور غم سے آزادی	۲۶۲-۴-۳
"	ظاہر و پوشیدہ خیرات	بعض گناہوں کی دوری	۲۷۱-۵-۳
"	شب و روز خفیہ اور علانیہ خرچ فی سبیل اللہ	اللہ سے اجرِ خاص، اور خوف و حزن سے آزادی	۲۷۴-۶-۳
مومنین	ایمان و عمل صالح اور قیام نماز و زکوٰۃ	" " "	۲۷۷-۶-۳
"	علمِ راسخ، ہر چیز منجانب اللہ کا یقین۔	اللہ کے پاس اجر (دنیا میں صلاحیتِ شعور)	- آل عمران - ۷-۹-۳
متقی	اقرار ایمان، خواہش مغفرت	دوزخ سے بچاؤ، بہشت میں حوریں اور رضائے الٰہی	۱۵-۱۰-۳
انصاف پسند	صبر، صدق، فرمانبرداری، استغفار صبح گاہی، انصاف پروری	. . . .	۱۷-۱۰-۳
مومنین	ایمان اور اعمال صالح	پورا پورا اجر	۵۷-۱۴-۳
متقین	ایفائے عہد اور تقویٰ	اللہ کی محبت	۷۶-۱۶-۳
تائبین	کفر سے توبہ اور اصلاحِ احوال	اللہ کی مغفرت	۸۹-۱۷-۳
گروہ خاص	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری	منزلِ مراد کی رسائی	۱۰۴-۲-۴
صالح اہل کتاب	راست بازی، شب بیداری، تلاوتِ آیات، سجدہ ریزی اور آخرت پر ایمان، پابندی امر و نہی اور بھلائیوں پر عجلت	"سندِ صالحین"	۱۱۳/۱۱۵-۳-۴
مومنین صالحین	آسائش ہو یا تنگی خرچ فی سبیل اللہ، غصہ پر قابو، عفو و درگذر، نیکیوں سے الفت، گناہ پر ندامت اور تمنائے مغفرت	اللہ کی مغفرت، دائمی جنت اور اچھا بدلہ	۱۳۴/۱۳۵-۶-۴
اللہ والے	مصائب پر صبر و استقامت اور تمنائے کامرانی۔	دنیا و آخرت کا اچھے سے اچھا ثواب اور اللہ کی پسند	۱۴۶/۱۴۸-۸-۴
(صحابہ کرام)	رضائے الٰہی پر چلن	اللہ کے نزدیک درجہ	۱۶۲/۱۶۳-۸-۴
(شہید صحابہ)	جہاد فی سبیل اللہ میں قتل	حیاتِ جاوید، اللہ سے براہ راست رزق	۱۶۹/۱۷۱-۸-۳

انجامِ ضلالت

گمراہ لوگ	سیاہ کاریاں	کیفر کردار	حوالہ (آیت۔ رکوع۔ پارہ)
کفار مشرکین	مسلمانوں کی بھلائی پر غم و غصہ	-	۱۰۵-۱۳-۱
اسلافِ یہود	موسیٰؑ سے بیہودہ سوالات، ایمان کے بدلے کفر	صراطِ مستقیم سے گمراہی	۱۰۸-۱۳-۱
اہل کتاب	مسلمانوں سے حسد، ان کو مرتد کرنے کی کوشش، جنت کی ٹھیکیداری کا طنطنہ	-	۱۰۹/۱۱۱-۱۴-۱
"	عبادت گاہوں پر پہرے	دنیا میں رسوائی آخرت میں بڑی سزا	۱۱۴-۱۴-۱
(جہلاء)	حضورِ صلعم سے نامعقول مطالبے	دوزخ	۱۱۸-۱۴-۱
"	تبدیلیٔ قبلہ پر بے جا تنقید	-	۱۴۲-۱-۲
ہٹ دھرم یہود	رسالت مآبؐ کو بیٹوں کی طرح پہچاننے کے باوجود انکار	-	۱۴۶/۱۴۷-۱-۲
"ملعونین"	کتمانِ حق و بیّنات و ہدایت	اللہ کی لعنت، عذابِ جہنم جو کبھی کم نہ کیا جائے گا	۱۵۹-۳-۲
"کافرین"	کافر ہی رہے اور کافر ہی مرے	اللہ، فرشتوں اور مخلوقِ خدا کی لعنت اور سزا جو کم نہ ہوگی	۱۶۲/۱۶۳-۳-۲
"ظالم مشرکین"	بتوں سے ایسی محبت جو اللہ سے ہونی چاہیئے	کاش یہ عذابِ الٰہی دیکھ سکتے	۱۶۵-۴-۲
(مشرکین)	اندھی تقلید اور وہ بھی غلط کام	دائمی جہنم اور تابع و متبوع میں باہمی مخاصمت	۱۶۶/۱۶۷-۴-۲
پیروانِ شیطان	فحش کاری، بے عقل اور گمراہ اسلاف کا اتباع، کتمانِ حق اور کتاب اللہ (تورات) میں اختلاف	حواس باطنی سے محرومی، پیٹوں میں آگ کی بھرتی، قیامت کو اللہ کی بیزاری	۱۷۰/۱۷۴-۵-۲
کچھ لوگ	صرف دنیا طلبی	آخرت کا حصہ ساقط	۲۰۰-۹-۲
سخت جھگڑالو	دلکش باتیں مگر الگ ہوتے ہی [illegible] فساد اور نسل کشی	جہنم جیسا برا ٹھکانہ	۲۰۴/۲۰۶-۹-۲
بنی اسرائیل	نعمتوں کی ناقدری	سخت عذاب	۲۱۱-۱۰-۲
"کافر"	دنیا پر لٹو، مومنوں پر تمسخر، بینات کے باوجود کلام اللہ میں اختلاف اور باہمی کشمکش	قیامت کے دن مومنوں کے نیچے	۲۱۲-۱۰-۲
مرتد کافر	ارتکاب ارتداد و کفر	دنیا و آخرت میں حبطِ اعمال اور دائمی جہنم	۲۱۷-۱۱-۲
"ظالم"	مطلقہ کو تنگ کرنے کو روکے رکھنا	-	۲۳۱-۱۳-۲
مسیحی اخلاف	کوئی مومن، کوئی کافر، باہمی اختلاف، روشنی کو چھوڑ کر تاریکیوں پہ مائل	دائمی جہنم	۲۵۳/۲۵۷-۱-۳
(ریاکار)	دکھاوے کا خرچ، نہ اللہ پہ نہ یوم آخرت پہ ایمان	اعمال یوں صاف جیسے چٹیل پتھر پہ بارش	۲۶۴-۴-۳
سود خوار	سود کو تجارت سمجھنا	قیامت کے دن خبطی کی طرح اٹھنا	۲۷۵-۶-۳
—	کاتب اور گواہ پہ جبر اور دھمکیاں	الزامِ گناہ	۲۸۲-۷-۳

بحث و مذاکرہ

قرآن کے معاشی نظام کو نافذ کر کے آجر و اجیر کے درمیان فرق مٹایا جا سکتا ہے

اسلام میں محنت کے ثمر کا حقدار صرف محنت کش ہے

سود ہر حالت اور ہر صورت میں حرام ہے

تحریر :- فضل محمود

قرآن حکیم کے اصولوں کے مطابق ایک فرد کو مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ اسلامی قانون کی حدود کے اندر رہ کر جس قدر چاہے دولت پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کرے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی محنت اور مشقت کے مطابق صلہ دیتا ہے۔ انسان کے لیے ترقی کی راہیں کھلی ہیں۔ ہر شخص اپنی محنت اور استعداد کے باعث ترقی کر کے سربراہ مملکت، امیر المومنین، سپہ سالار، کارخانہ دار، پروفیسر بن سکتا ہے۔ انسان کے لیے ترقی کے مواقع یکساں ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر کمال حاصل کر سکتا ہے پس اسلامی نظام حیات کے مطابق انسان اپنی خداداد اور کسب کردہ قابلیت کی بنا پر محنت اور جدوجہد سے وافر دولت حاصل کر سکتا ہے۔ زیادہ دولت پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اجر عظیم ہے بشرطیکہ ایسی دولت کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق صرف کر دیا جائے کاہل، کام چور اور کم ہمت انسان پر جو محنت سے جی چراتا ہے دوزخ کی آگ واجب کر دی گئی ہے۔

انسان کی پیداواری استعداد کا انحصار اس کی قابلیت پر ہوتا ہے۔ محنتی، جفاکش اور نیک لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مخفی خزانوں پر تحقیق و جستجو کر کے بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے نئی نئی دریافتیں اور ایجادیں کرتے ہیں خطرناک اور وبائی بیماریوں کے لیے نئے نئے علاج دریافت کرتے ہیں مفلس اور افلاس زدہ انسانوں کے لیے اناج پیدا کرتے ہیں اپنے علم اور محنت کے باعث بنی نوع انسان کے لیے مسیحا ثابت ہوتے ہیں لیکن نااہل اور کاہل لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ان کی نااہلی اور کم ہمتی کے باعث زرخیز زمینیں بنجر ہو جاتی ہیں، سونے، چاندی اور دیگر معدنیات کی کانیں غیر منافع بخش اور نقصان دہ بن جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر من و سلویٰ کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں عالی ہمت اور محنتی اقوام دریاؤں پر بند باندھ کر ان سے بجلی اور آبپاشی کے وسائل کو وسعت دیکر اپنے لیے خوشحالی کا سامان پیدا کرتی ہیں لیکن کم ہمت اور محنت سے جی چرانے والی قومیں ان دریاؤں کے سیلابوں سے ہی تباہ ہو جاتی ہیں، قدرتی جنگلات منفعت بخش ثابت ہونے کی بجائے آدم خور درندوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں اور ایسی کم ہمت قوموں کے افراد کو اپنا لقمہ شیر بناتے رہتے ہیں۔ قابل اور محنتی لوگ صحراؤں کو سبزہ زاروں میں تبدیل کر دیتے ہیں اس کے برعکس سہل انگار اور آرام پسند اقوام سبزہ زاروں کو ویرانوں میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ اور ایسے لوگ بالآخر اپنی کم ہمتی اور آرام پسندی کے باعث صفحہ ہستی سے نابود ہو جاتے ہیں یا غلامی کی زنجیریں پہن لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

اشیائے سرمایہ

اشیائے سرمایہ سے مراد ایسے اوزار، ہتھیار اور مشینیں وغیرہ ہیں جو زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں انہیں نجی ملکیت قرار دیا گیا ہے جدید معیشت میں ان کا استعمال لازمی اور لابد ہے تاہم اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مالک اپنے اوزار اور مشینری اور اپنی انتظامی محنت سے زاید منافع حاصل کرے اور اس طرح اپنی سرمایہ کاری سے دگنا چوگنا منافع حاصل کرے یہ انسانی محنت کا ثمر ہے اور ان کو فروغ دینے کا کوئی جواز نہیں دور حاضر کے طریق معیشت میں سرمایہ کا استعمال لازمی ہے، سرمایہ کے بغیر دولت کی پیدائش بہت کم ہوتی ہے۔ سرمائے کے بغیر لوگ سخت مفلس اور نادار ہو جاتے ہیں وہ صرف لادو جانوروں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں تاہم سرمایے کو استعمال کرنے پر سود نہیں لیا جا سکتا۔ سود ہر حالت میں حرام اور ممنوع ہے۔ ایک کارخانہ دار اپنے کارخانہ کی فرسودگی اور نقصان کا معاوضہ لے سکتا ہے اپنی محنت کی اجرت لے سکتا ہے اور یہ اجرت اسے ضرور ملنی چاہیئے۔ البتہ اپنے کام کی اجرت اور سرمائے کی فرسودگی سے زاید کچھ نہیں لے سکتا۔ یہ زاید از مصارف پیدائش سود ہے اور یہ سود ہر شکل اور ہر صورت میں حرام ہے موجودہ صنعتی دور میں چند لوگ ہی مشینیں خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں اس بنیاد پر سرمایہ دارانہ نظام معرض وجود میں آیا ہے اور اس نظام نے پوری معیشت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشرہ دو متحارب گروہوں میں یعنی آقا و غلام، آجر و اجیر میں بٹ جاتا ہے۔ مزدور اور اجیر وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ مفلس اور محتاج ہوتا جا رہا ہے۔ مالک اور آجر اسی رفتار سے امیر ہوتا جا رہا ہے کیونکہ کارخانہ دار اور سرمایہ دار بسا اوقات اپنی سرمایہ کاری سے تین سو گنا یا اس سے زیادہ سود یا منافع حاصل کرتا ہے۔ اس سود یا منافع کو سرمائے کی گردش کا حاصل سمجھتے ہیں اور اسے سرمائے کی کمائی شمار کرتے ہیں تمام ماہرین معاشیات اس کو سود یا منافع کا نام دیتے ہیں لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ سرمایہ بہ جنس خود بنجر ہے اور از خود دولت پیدا نہیں کر سکتا اور نہ ہی خود بخود اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اضافہ محنت کا محتاج ہے اس لیے اضافہ محنت کا حق ہے۔ لیکن سرمایہ دار اسے سود یا منافع کی شکل دے کر دبا رکھے ہوئے ہیں اور غریب محنت کش جس کی محنت کے باعث یہ اضافہ ہوتا ہے اسے اس اضافے کے مناسب حصے سے محروم رکھا کر اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں اگر اسلامی اخوت اور مساوات کو نافذ العمل کیا جائے تو پھر مزدور محنت کش اور کارخانہ دار کی آمدنی میں اس قدر غیر متناسب فرق نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے امراء کا امیر سے امیر تر ہوتے جانا اور غربا کا غریب سے غریب تر ہوتے جانا دراصل سود یا اس غیر متناسب منافع کے باعث ہے جس کو کارخانہ دار ساہوکار یا جاگیردار منافع کا نام دیتے ہیں یہ زاید از مصارف پیدائش کا دوسرا نام ہے یہ اضافہ چونکہ محنت کے باعث ہوتا ہے اس لیے اسلامی نظام معیشت کے مطابق اس اضافے کا حقدار صرف محنت کش ہے کیونکہ یہ زاید از مصارف منافع صرف محنت کے طفیل ہے۔ سرمایہ دار محنت کش کے اس حق پر ڈاکہ ڈال کر جبر و استحصال کے باعث اپنے سرمائے میں بے پناہ اضافہ کرتا ہے جو ہر حالت میں ناجائز اور حرام ہے۔

سود

سود ہر حالت اور ہر صورت میں حرام ہے اس ضمن میں قرآن حکیم میں بار بار ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ سود لیتے ہیں وہ یوم الحساب کو شیطان کے چیلوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے سودی کاروبار سے ممانعت کی ہے اگر یہ سب کچھ جانتے ہوئے کوئی شخص سود لیتا ہے تو بیشک اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۲:۲۷۵) اللہ تعالیٰ سودی کاروبار سے منع فرماتا ہے اور بنی نوع انسان کی خاطر ہنگامی حالات میں ایثار (صدقات) کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (۲:۲۷۶) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور جس قدر سود باقی ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر تم توبہ کر لو تو صرف اپنے اصل کے حقدار ہو۔ (۲:۲۷۸، ۲۷۹) اے مسلمانو! تم سود نہ کھاؤ کہ اصل زر کو دوگنا اور چوگنا کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو۔ تاکہ تم عذاب سے بچ سکو۔" (۳:۱۳۰)۔

سود محض سرمایہ کاری سے سرمائے میں اضافے کا نام ہے یعنی سود سے مراد اصل میں ایسا اضافہ ہے جو بغیر محنت اور مشقت سے ہوتا ہے جس میں اصل زر کے ضیاع یا کم ہو جانے کا کوئی امکان نہ ہو۔ چنانچہ سورۃ الروم (روم: ۳۹) میں ارشاد

ہے جو رقم تم سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں مل کر زیادہ ہو جاتا ہے اس میں اللہ کے نزدیک یعنی اللہ کے قانون کے پیش نظر کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ البتہ جو دولت تم (زکوٰۃ اور صدقات) کے طور پر دیتے ہو، اس میں اضافہ ہوتا ہے، سود قرضہ کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ خرید فروخت میں جو دست بدست ہو (مسلم بخاری) گھاس کا ایک بنڈل جو قرض ہو۔ مقروض سے بطور ہدیہ یا تحفہ حاصل کرے وہ سود ہے۔ سود لینے والوں اور سودی کاروبار کے گواہوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (مسلم نسائی) قرض خواہ مقروض سے تحفہ بھی نہیں لے سکتا (بخاری) یہاں تک کہ کھجوروں، گیہوں (سونا چاندی یا روپے کے علاوہ دیگر اشیاء) کو ادھار دے کر ان میں اضافہ کرنا سود ہے۔ (مسلم بخاری)

افلاطون اور ارسطو نے بھی سود کی جملہ صورتوں کی سخت مذمت کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوانین میں بھی سود کرنا ناجائز اور قابل ملامت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح کے حواریوں نے اسے ناجائز اور حرام قرار دیا۔ ازمنہ وسطیٰ کے عیسائی بھی اسے حرام اور ممنوع سمجھتے رہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں اسے حرام اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ اول نے یہودیوں کو سود خوری کے باعث ملک بدر کر دیا تھا کہ جب یہود نے یورپین ممالک میں قدم جمانے شروع کیے اور ۱۶۵۵ء کے لگ بھگ کرامویل نے انھیں انگلستان میں داخل ہونے اور اپنا کاروبار کرنے کی اجازت دے دی تو یہودیوں کے زیر اثر سود اور بینکاری سے متعلق نظریات قائم ہونے شروع ہو گئے۔ ساہوکاروں اور بینک کاروں نے سود کے جواز اختراع کرنے شروع کر دیئے۔ یہ تمام نظریات جن کے تحت سود کو جائز قرار دیا گیا ہے شیکسپیئر کے یہودی کردار شائی لاک کے روپ کی مختلف شکلیں ہیں جس کو شیکسپیئر نے اپنے ڈرامے "مرچنٹ آف وینس" میں پیش کیا ہے۔ یہ نظریات مختلف لبادوں میں ظاہر ہوتے رہے لیکن ان سب کا لب لباب ایک ہی ہے اور اس لب لباب سے "شائی لاک" یہودی کی ذہنیت مترشح ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی اساس ہی اس مفہوم پر رکھی گئی ہے اور اب دور حاضر میں بھی بعض لوگ کچھ ایسی ہی تعبیریں پیش کر رہے ہیں۔

زرعی جائیداد پر سود

قرض، قرض حسنہ ہے۔ مقروض اگر مالدار ہے تو اسے قرضہ فوراً چکا دینا چاہیئے اور اسے قرضہ کی ادائیگی کے لیے مہلت دی جانی چاہیئے۔ مفلس کو قرضہ معاف کر دینا چاہیئے۔ قرض صرف روپے پیسے کی صورت میں ہی نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ایک مکان یا ایک قطعہ اراضی کو بطور قرض یا کرایہ پر دیا جا سکتا ہے۔ تمام افراد اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی شخص کو دس ہزار روپیہ ادھار دیا جائے اور اس شخص سے اس روپے کے استعمال کے عوض ایک سو روپیہ بھی لیا جائے تو وہ سود ہے جو حرام ہے۔ بالفاظ دیگر ضروریات کو پورا کرنے والی چیز کو مستعار دیکر اس پر اضافہ حاصل کرنا یقیناً سود ہے اور اس نوعیت کے کاروبار کو فروغ دینا فرد اور سماج کے لیے خرابی کا باعث ہے ایسے سود کو بہت سے لوگ اور بعض علماء کرام کرایہ کہتے ہیں تاہم بعض افراد کے نزدیک اگر اتنی رقم سے مکان یا پلاٹ لے کر کرائے یا بٹائی پر دے دیا جائے اور اس سے ایک سو روپے ماہوار کرایہ یا بٹائی وصول ہو تو وہ سود نہیں ایسی منطق کسی طور پر سمجھ میں نہیں آتی کہ دس ہزار روپے کو استعمال کے لیے دے کر اگر کرایہ وصول کیا جائے تو وہ سود ہے اور اگر دس ہزار روپے کا مکان یا پلاٹ لے کر کرایہ پر یا بٹائی پر دے کر اس سے سو ڈیڑھ سو روپے ماہوار اضافہ حاصل کرنا سود نہیں اگرچہ مالک مکان کو حق حاصل ہے کہ وہ مکان کی فرسودگی اور مرمت وغیرہ کا معاوضہ حاصل کرے لیکن فرسودگی اور مرمت اتنی زیادہ نہیں ہوتی کہ وہ ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ بن سکے۔

آج سے سو سال پہلے فالتو مکان ضرورت مندوں کو مانگنے پر رہائش کے لیے دیئے جاتے تھے اور کم از کم مسلمانوں میں کرایہ لینے کا رواج نہیں تھا وہ عموماً کرایہ کو سود سمجھتے تھے اس طرح دس بیس ہزار روپیہ سود پر قرض دینا حرام تھا لیکن اسی رقم کو زمین کی شکل میں بند کر کے مزارعت اور ٹھیکے پر دے کے اس سے منافع حاصل کرنا اکثر لوگوں کے نزدیک بالکل جائز ہے مگر یہ بٹائی حقیقت میں اصل رقم میں اضافہ ہے اور اس طرح اصل

مزدور

جناب رئیس شفائی

نہ جانے مقدر کی تاریکیوں میں کہاں تک جوانی بھٹکتی رہے گی
الٰہی یہ افلاس کی آگ کب تک ہمارے لہو میں بھڑکتی رہے گی

نگاہوں پہ مایوسیوں کے دُھندلکے پہاڑوں کے مانند چھائے ہوئے ہیں
لبوں پر کئی دن کے جلاد فاقوں نے خاموش پہرے بٹھائے ہوئے ہیں

شب و روز کی سخت محنت سے اپنا گٹھیلا بدن بھی پگھلنے لگا ہے،
اور اس پر ستم یہ کہ منعم کا جبڑا ہمیں کو لپک کر نگلنے لگا ہے،

میسر نہیں سوکھی روٹی کا ریزہ کئی دن سے آنتوں میں بل پڑ رہے ہیں
مگر منعموں کے گھروں میں بہ افراط بیکار کھانے پڑے سڑ رہے ہیں

برہنہ بدن، خشک لب، پیٹ خالی، دُکھی رُوح، غمگین نظر، سر آہیں
اسی عسرت کی تصویر پر جم گئی ہیں زمانے کی بے دَرد قاتل نگاہیں

نہ دن کا سکوں ہے نہ راتوں کی نیندیں، نہ راحت ہماری، نہ عشرت ہماری
اور اس پر تُلی ہے ہمارے ستانے پہ سرمایہ داروں کی سرمایہ داری

بلکتے ہوئے بھوک سے بیوی بچے الٰہی ترے رحم کے منتظر ہیں
مگر بیکسوں کی دُعائیں بھی شاید ترے آگے بے قیمت و بے اثر ہیں

جگر کا لہو اشک بن کر ٹپکنے لگا مینہ کی مانند آنکھوں سے پیہم
کہ برسات میں ہو لگا تار جیسے، چھما چھم، چھما چھم، چھما چھم، چھما چھم

تصحیح

....اور یہ قربانیاں

کے زیرِ عنوان عید الاضحیٰ کے شمارے میں جناب آزاد شیرازی صاحب کی نظم میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئیں اور ایک شعر بھی رہ گیا حضرات قارئین نظم کے پہلے بند کے چوتھے مصرعہ میں کھیتوں کو کھیتیوں پڑھیں۔ شعر یوں ہے۔

عید قرباں آگئی ویرانہ دگلزار میں۔ کھیتیوں میں شہر کی سڑکوں میں اور کہسار میں

اور پانچویں بند میں دوسرے مصرعے کا آخری لفظ ملا نہیں صلا ہے۔ شعر اس طرح ہے۔

رہنماؤ! ہم کو ان قربانیوں سے کیا ملا؟ ہاں بتاؤ! تم نے دلوایا بھی ہم کو کچھ صلا؟

اور چھٹا بند دوسرے شعر کے ساتھ اس طرح ہے۔

مسلم ہندی کا خون ارزاں ارزاں تر ہے آج
مسجدوں کے شہر ڈھاکہ میں یہی منظر ہے آج
ملت اسلامیہ کا حال کو ابتر ہے آج
مانگتا پھرتا نگر کھالیں ہر اک رہبر ہے آج

سانحہ ارتحال

۱۴ ذوالحجہ بدھ کے روز مولانا عبدالشکور دین پوری کے والد بزرگوار مولانا محمد عبداللہ انتقال فرمائے گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک خدا ترس پرہیز گار خلیق اور دوست نواز انسان تھے آپ کو امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ فارسی ادب میں فاضل اور جید عالم دین تھے آپ کا وجود علاقہ بھر کے مسلمانوں کے لیے باعث رحمت تھا۔

نماز جنازہ حضرت درخواستی مدظلہ نے اور پھر سجادہ نشین حضرت دین پوری مدظلہ نے پڑھائی۔ خانپور اور علاقہ بھر کے علماء اور دوسرے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم کے دین پور شریف میں حضرت سندھی ؒ اور حضرت دین پوری کے قدموں میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل ۔ آمین۔

انتقالِ پُرملال

مورخہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ بروز پیر رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے حافظ محمد حسین خطیب جامع مسجد محمدیہ قاسم بازار سمندری انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب مرحوم بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عنایت فرمائیں۔ آمین۔

وفات حسرت آیات

جمعیتہ علماء اسلام ٹنڈو آدم سندھ کے رہنما مولانا محمد عثمان قادری کی محترمہ پھوپھی صاحبہ ۱۴، ۱۵ ذوالحجہ کی درمیانی شب ۹۰ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون،

مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور نہایت دل، پاکیزہ سیرت خاتون تھیں آخری وقت تک باقاعدگی اور فکر کے ساتھ نماز ادا فرماتی رہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حافظ نور محمد انور

تا ابد اونچا رہے گا انکی عظمت کا نشاں

آ سناؤں میں تجھے ان ہستیوں کی داستاں — کی جنہوں نے دین کی تبلیغ میں ہے وقف جاں
گلشنِ ہستی میں تھے یہ لوگ بے شک کامراں — عالمانِ دین میں یہ لوگ تھے ذی عز و شاں
سب کے سب تھے نیک سیرت اور تھے عالی دماغ
جل رہے ہیں اب بھی جنکے علم کے روشن چراغ

ان کے سینوں میں نہاں تھا عشق ختم المرسلین ؐ — ان کے چہروں سے عیاں تھا جذبۂ صدق الیقیں
ان پہ تھا اللہ راضی اور شفیع المذنبین ؐ — شک نہیں اس میں ٹھکانا انکا ہے خلد بریں
قریہ قریہ جا کے یہ تبلیغ دیں کرتے رہے
عمر بھر سینوں میں دینِ حق کا دم بھرتے رہے

نور ایمانی سے اُن کا دل سدا روشن رہا — ہر گھڑی اللہ کا ان پر رہا لطف و عطا!
جب تلک زندہ رہے ان کا یہی شیوہ رہا — چار سو پھیلے جہاں میں دینِ محبوبِ خدا!
ان کے زرّیں کارناموں کی ہے شاہد کائنات
خدمتِ دینِ نبی ؐ میں ان کی گذری ہے حیات

راہِ حق میں اہلِ باطل کے ستم سہتے رہے — کوہِ استقلال بن کر بات حق کہتے رہے
دردِ ملت کا سدا قالب میں دم بھرتے رہے — دینِ قیم پر فدا یہ مال و جاں کرتے رہے
پرچمِ توحید کو ہر آن رکھ کر سربلند
دونوں عالم میں یہی حضرات ٹھہرے ارجمند

قاسم[1] و محمود[2] و احمد[3] اور انور شاہ[4] بھی — حاجی امداد[5] بھی الیاس[6] و اشرف شاہ[7] بھی
یوسف[8] و احمد علی[9] بھی اور بخاری شاہ[10] بھی — حضرت رائے پوری[11] بھی بدرِ عالم شاہ[12] بھی
دین و ملت کے بلاشک تھے حقیقی پاسباں
تا ابد اونچا رہے گا ان کی عظمت کا نشاں

سرخرو ہو کر ہوئے سب راہی ملکِ عدم — ان پہ ہر لمحہ رہا ہے حق تعالےٰ کا کرم
قبر میں ان کو نہ پہنچے گا گزند حق کی قسم — ان کو خوفِ آخرت کا کوئی نہیں ہے فکر و غم

خادمِ دینِ خدا تھے، عاشقِ خیر الانام ؐ
ان کی ارواحِ مبارک کو ہزاروں ہوں سلام

۱ مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ، ۲ مولانا محمود الحسن ؒ، ۳ مولانا حسین احمد مدنی ؒ ۴ مولانا انور شاہ کاشمیری ؒ ۵ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ، ۶ مولانا الیاس ؒ، ۷ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ ۸ مولانا محمد یوسف، ۹ مولانا احمد علی لاہوری ؒ ۱۰ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۱۱ مولانا عبد القادر شاہ رائے پوری ؒ، ۱۲ مولانا سید بدر عالم شاہ ؒ۔

بقیہ : قرأت کی روایات

نغمہ کے ساتھ قرأت اتنی بلند آواز سے پڑھے کہ اس کی آنکھیں سرخ ہو جائیں اور سامعین کی گردنیں بھی ہلنے لگیں اور ہر طرف سے احسنت و مرحبا کی صدائیں گونجنے لگیں۔ قاری صاحب کی قرأت میں قرآن مجید کا کوئی ایسا کلمہ نہیں ہوتا جس میں نغمہ کی آواز پیدا نہ کی جاتی ہو۔ اور نغمگی پیدا کرتے ہوئے حرفوں کی ادائیگی میں افراط و تفریط اس قدر ہوتی ہے کہ تلاوت لحن جلی کا ایک گلدستہ بن جاتی ہو۔ متحرکات میں حروف مشدد اور ساکن سے ما قبل حروف مدّہ کی طرف میلان۔ ادغام مع الغنۃ اور مدّات میں لغزش اور آواز میں ترقیص اور جا بجا سکتات۔

حضرت حذیفہؓ اس حدیث مبارکہ کے راوی ہیں اور اور جس کو امام العلامہ جعبریؒ نے شرح شاطبی میں بیان کیا ہے کہ "قرآن مجید کو اہل عرب کے لحنوں اور آوازوں سے پڑھو اور بچو تم اہل فسق اور یہود و نصاریٰ کے لہجوں سے اور ایک قوم میرے بعد آئے گی جو پھرائیگی آواز کو حلق میں قرآن کریم کی تلاوت میں جیسے کہ پھراتے ہیں گویّے گانے میں اور نوحہ میں۔ ان کا قرآن ان کے گلے کے نیچے نہیں اُترے گا کیونکہ ان کا دل بھرا ہوگا دنیا کی محبت اور اپنے آپ کو اچھا کہلانے سے اور ان لوگوں کا دل جو گانے کے طرز پر (تلاوت) پسند کریں گے" (ترمذی و بیہقی)

حاصل کلام یہ ہے کہ قاری صرف سبعہ اور عشرۃ قرأت کے حافظ کو کہتے ہیں۔ تاکہ ایسے پڑھنے والوں کو جو خوش آوازی، نغمہ، لہجہ اور قواعد موسیقیہ کی طرح کہیں آواز کو بڑھا کر، کہیں گھٹا کر، کہیں بلند کر کے، کہیں پست کر کے، کہیں کپکپا کر، لوچکا کر، پھرا کر، کہیں گنگناہٹ، کہیں سختی اور کہیں نرمی اور کہیں جھٹکے سے کام لے کر اور کہیں رونے کی آواز نکال کر قرأت کرنا تو ایسی قرأت بالاتفاق قطعاً حرام ہے۔ اور دربارِ خداوندی میں سرود کے طرز پر تلاوتِ قرآن مجید کی قبولیت کی امید نا ممکن ہے۔ مگر افسوس معدودے چند حضرات کو مستثنیٰ کر کے باقی ماندہ علماء، حفّاظ، قرّاء اس حقیقت سے غافل ہو چکے ہیں۔

الحمد للہ، پاکستان میں ابھی "امر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تقرؤا القرآن کما علمتم" پر نہ صرف عمل کرتے ہیں بلکہ ان کی قرأت، تضیع و تطنین، ترعید و ترقیص، تطریب و تعجیل، زمزمہ و صرصرہ اور تصنع اور تکلف سے بالاتر ہے۔ اللہ جلشانہ کا انعام ہے کہ پاکستان میں ایسے ایسے شیخ وقت موجود ہیں جن کی نظیر روئے زمین پر اس وقت موجود نہیں ہے اور جن کی قرأت نہایت حسین و دل کش، خوف عظمتِ الٰہی سے بھرپور اور قلوب کو بے حد متاثر کرنے والی ہوتی ہے۔

ان بزرگوں میں ایسے جامع صفات اور تمام علوم میں ماہر اور اللہ تعالیٰ کے کامل ولی ہیں جن کو نہ صرف قرأت سبعہ مع طرقہٖ کے ایسی یاد ہیں کہ تحقیقاً، ترتیلاً، تدویراً اور حدراً ہر جگہ، ہر طرح سے ہر حالت، ہر وقت اور ہر مجلس میں پڑھ سکتے ہیں۔ اور متشابہ لگنا تو کجا اختلاف قرأت میں بھی ذرا تامل کی گنجائش نہیں۔ ان کے حفظ و اتقان کا تھوڑا سا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ بزرگ پورے قرآن پاک کی رؤس آیات (آیات کے ختم ہونے والے کلمات) اس طرح حفظ پڑھ سکتے ہیں۔ کہ بغیر پوری آیت پڑھے صرف راس آیت پڑھیں گے۔ اس طرح کہ جس طرح مسلسل قرآن پاک پڑھا جا رہا ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

بقیہ : اکرام مومن

خلیفہ سوم نے اپنی شہادت قبول کر لی اور کسی درجہ میں بھی اپنی جان کے بچاؤ کے لیے مسلمانوں کی خونریزی کی اجازت نہ دی بلکہ ارشاد فرمایا:-

"اس وقت میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو اپنے ہاتھ اور اسلحہ کو روکے رکھے۔"

(ابن سعد جلد سوم ق ۱ صفحہ ۴۸ بحوالہ تاریخ اسلام حصہ اول شاہ معین الدین ندوی)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باغیوں کی تلواروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو تلوار چلانے کی اجازت آخری دم تک نہ دی البتہ اپنے قاتلوں کو وعظ نصیحت اور تبلیغ سے قائل کرنے کی کوشش کی۔ مگر جو انسان درندوں کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور خونِ ناحق پر آمادہ ہو جاتا ہے اس کو سو وعظ کرو وہ اپنے مزموم عزائم سے باز نہیں آتا ؎

بجائے کہ بدخواہ خونی بود
تواضع نمودن زبونی بود
(نظامی گنجوی)

چنانچہ جمعہ کے دن روزہ کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے خلیفۃ المسلمین کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے خون سے مصحف پاک رنگین ہو گئی اور انہوں نے بسم اللہ توکلت علی اللہ کہتے ہوئے جان دے دی مگر امتِ محمدیہ کے باغی افراد پر بھی تلوار چلانے کی اجازت نہ دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مندرجہ بالا دو واقعات اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور خون خرابہ سے باز آ جائیں۔ ہم سب مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کا ایک قطرہ خون دنیا کی تمام دولت اور حکومت سے زیادہ قیمتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاص طور پر صاحب اقتدار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ سیرتِ عثمانی سے سبق حاصل کریں۔ عوام کے مال و جان کی حفاظت ان کا فرض اولین ہے۔ جب تک وہ اقتدار کی کرسی پر متمکن ہیں انہیں کوشش کرنی چاہیے کہ تمام ملک میں ایک قطرہ خون کا بھی نہ بہے۔ غلط رجحان کو اگر ابھی سے نہ روکا گیا تو خدانخواستہ خانہ جنگی ہو جائے گی اور قوم و ملت کو وہ نقصان پہنچے گا جس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ پنجاب کے محترم گورنر جناب غلام مصطفےٰ کھر سے التماس ہے کہ وہ اپنوں اور مخالفوں کو امن کی تلقین کریں اور سیرتِ عثمانی کی طرز پر سیرت کھری کی تعبیر کریں۔ ؏

زیردستاں را نشاید گفتن الا این چنیں　(سعدی)

بقیہ : قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی

تخیلات اور جذبات و احساسات سے نوازا، اسے عقل و فکر دی تاکہ وہ حقائق اشیاء کو سمجھ کر اپنے من کی دنیا اور خارجی کائنات کی تسخیر کر سکے اور اس طرح اس دنیا میں خلافت الٰہی کے رفیع ترین منصب پر فائز ہونے کے قابل ہو سکے نیز زندگی کے امور کو احسن طریق سے سرانجام دینے، زندگی کو سلیقے سے گذارنے اور کامیابی کی حسین راہ پہ چلنے کے لیے اسے حکمت سکھائی۔ علاوہ بریں حسن حقیقی اور حسن مجازی سے لذت و حظ طمانیت و مسرت اور کیف و سرور حاصل کرنے کے لیے اسے جمالیاتی حس عطا کی، پھر اس سے جمالیاتی ذوق کو پیدا کیا تاکہ انسان حسن کے گوناگوں، متنوع اور مختلف مظہروں، پیکروں، صورتوں اور شکلوں سے کماحقہٗ لطف اندوز ہو سکے۔ علاوہ بریں اسے اپنے افکار و نظریات، تصورات، تخیلات، جذبات و احساسات اور رامیال و عواطف غرضیکہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار و بیان کی قوت دی، زبان اور قلم کے ذریعے یعنی اسے ناطق ادیب اور فنکار بنایا۔ اصل یہ ہے کہ حواس و قلب کی ان قوتوں کو فعل میں لانے سے انسان میں تخلیق فعلیت کی استعداد پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ تسخیر کائنات کرتا ہے اور اسی میں اس کی قوت و عظمت کا راز مضمر ہے۔

آج سے کوئی چودہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے پیشگوئی کی تھی کہ کائنات کی تمام قوتیں انسان کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گی اور وہ اس کائنات کی تسخیر کرے گا۔ اسلام نے انسان کو اس وقت اس حقیقت سے آشنا کیا تھا کہ وہ مسجودِ کائنات ہے جب وہ چاند، سورج، حجر و شجر وغیرہ کی پرستش کرتا تھا اس نے بتوں، مقبروں، مورتیوں، اجرام فلکی اور نباتاتی و حیواناتی دنیا کی چیزوں کی پرستش کرنے اور انہیں سجدہ کرنے والے انسان کو یہ بتایا کہ وہ ان کا ساجد نہیں مسجود ہے اس کا بہت بلند مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اس کی فرمانبردار اور اس کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

سبحان اللہ! اسلام کا انسان پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اسے قعرِ ذلت سے نکال کر عظمت و قوت کا بلند ترین مقام عطا کیا، اسے اس کی خداداد صلاحیتوں اور قوت تسخیر سے آشنا کیا اسے خود آگاہ کیا اور اسے اس کے حقیقی مقام عبدیت پر متمکن کیا۔

اسلام کا انسان پر یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس کو جھوٹے خداؤں کی غلامی و محکومی سے نجات دلائی۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ کوئی انسان خواہ وہ نبی ہو یا پیغمبر، ولی ہو یا شہید، بادشاہ ہو یا حاکم، پیر ہو یا مولوی، عالم ہو یا مرشد، غرضیکہ کوئی ہو، انسان کا معبود نہیں ہو سکتا، انسان کا معبود صرف ایک ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

بقیہ: عورت، اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد

کرانے کا حق ہے اور اگر خاوند شادی کے بعد کام کا ثابت نہ ہو تو عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہے۔ خاوند کو عورت کے ساتھ چین اور آرام کی زندگی گذارنے کا حکم دیا گیا ہے عورت کو ناحق مارنا اور ستانا منع فرمایا ہے۔

عورت کو اپنے مال، جائیداد اور مہر میں تصرف کرنے اسے بیچنے ہبہ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔ اس کا ذبیحہ، خرید و فروخت، وکالت، کفالت، ضمانت وغیرہ جائز رکھی گئی ہیں۔ عورت قاضی، جج وغیرہ ہو سکتی ہے وقف کی ناظر، یتیم کی وصی ہو سکتی ہے۔ عورت کی شہادت معتبر ہے لیکن بوجہ نقصان عقل و حواس اور غلبہ نسیان اور رقت قلب کے دو عورتوں کو قائم مقام ایک مرد کے ٹھہرایا ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے۔ لیکن ان امور میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ولادت، استہلال صبی، ازالہ بکارت اور عیوب نساء وغیرہ میں صرف ایک عورت کی شہادت کافی مانی گئی ہے مگر دو کے ہونے میں زیادہ احتیاط ہے۔ عورت پر جہاد فرض نہیں تاوقتیکہ غلبہ کفار نہ ہو۔ پردہ نشین عورت کے لیے کچہری کی حاضری معاف کی گئی ہے۔ بوقت ضرورت قاضی کو خود مکان پر جاکر عورت کا بیان لینے اور اس کو قسم کھلانے کا حکم ہے۔

عورت سزا میں شہر بدر نہ کی جائے گی اور حدود و تعزیر میں اسے بٹھا کر سزا دی جائے گی اور شاہی ٹیکس وغیرہ اس پر عاید نہ ہوں گے غرض ہر لحاظ سے مسلمانوں کو عورت سے بھلا کرنے کی ہدایت کی ہے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللّٰہ یوصیکم بالنساء۔ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو۔ اور ان پر ظلم و ستم نہ کرو۔

بقیہ: قرآن کا معاشی نظام

رقم دگنی چوگنی ہوتی رہتی ہے۔ مگر آجکل لوگ اس اضافہ کو قدرت کاملہ کی طرف سے اضافہ سمجھتے ہیں، حالانکہ قدرت کاملہ کا اضافہ زکوٰۃ اور صدقات میں ہے۔ اس کرایہ کی بٹائی کی بدولت زمیندار اپنی اصل رقم کو دوگنا چوگنا کرتے رہتے ہیں حالانکہ اسی دوران میں زمین کی قدر و قیمت میں آبادی کے بڑھنے یا معاشی ترقی کے باعث یا اجناس خوردنی وغیرہ کی قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ زمیندار دونوں صورتوں میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس فائدے میں اس کی محنت کو ہرگز دخل نہیں ہوتا۔

ہمارے معاشرے کے ایک مخصوص طبقے کی غالب اکثریت وسیع و عریض قطعات اراضی کی مالک ہے ان سے ایک نہایت سیدھا سادھا سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک پچاس ہزار روپے کی رقم پر کرایہ لینا سود ہے تو اسی رقم کو گندم یا اجناس کی صورت میں ادھار دے کر اس پر کرایہ لینا سود کیوں نہیں، جب کہ آپ اس امر کی پہلے ہی ضمانت لے لیتے ہیں کہ اصل رقم ہر صورت لوٹا دی جائے گی۔ اب اصل رقم پر منافع یا کرایہ کو کیوں سود شمار نہیں کرتے۔ راقم الحروف نے کئی ایک

پڑھے لکھے لوگوں سے یہی سوال کیا تو جواب تلخی میں موصول ہوا اور کہا کہ جہالت کا کوئی علاج نہیں لیکن ایسی جہالت کا علاج یقینی طور پر ہے اور اسلامی نظام حکومت ہی بہترین طریق پر اس کا علاج کر سکتا ہے۔

اس طرح امراء زمین خرید کر یا کوٹھیاں بنوا کر بٹائی پٹے یا کرایہ پر دے دیتے ہیں اور ایسی آمدنی سے مزید زمین حاصل کرتے یا کرایہ پر دینے کے لیے مزید مکانات بنواتے رہتے ہیں۔ اور دن بدن امیر سے امیر تر ہوتے جاتے ہیں۔ اور سرمایہ کاری سے ان کے اصل زر میں بغیر محنت کے مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے زمین نہ تو طول و عرض یعنی رقبے میں کم ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر فرسودگی کا کوئی اثر پڑتا ہے لیکن آمدنی مستقل طور پر ہوتی رہتی ہے بعض لوگ یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ زمیندار کو سیم و تھور وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے لیکن سیم و تھور کو دور کرنا حکومت کا فرض ہے اور حکومت اس فرض سے غافل بھی نہیں۔ بہر حال سیم و تھور کے ہوتے ہوئے بھی زمین کی قدر و قیمت میں سال بہ سال کافی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

پس بٹائی یا کرایہ بھی سود کی قسمیں ہیں اور ان سے منافع تو درحقیقت سود مرکب یعنی سود در سود ہی ہے کیونکہ اصل خود بخود (آبادی کے دباؤ کے باعث) بڑھتا رہتا ہے اور کرایہ بٹائی یا پٹے کی رقم بھی وصول ہوتی رہتی ہے کہتے ہیں کہ سو سال بعد مکان بالکل بوسیدہ ہو جاتا ہے مگر یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ موجودہ حالات میں سو سال بعد صرف زمین کی قیمت بھی پورے مکان کی قیمت سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

افلاطون سے لے کر آج تک ماہرین معاشیات حاصل کردہ خالص آمدنی کو سود کہتے آئے ہیں یعنی بغیر محنت کے اضافے کو سود ہی کہا جاتا رہا کسی فرد کو روپیہ دے کر سود لینا یا کسی بنک سے زر امانت پر سود لینا یا رقم کو زمین اور مکان کی شکل میں دے کر سود لینا ایک ہی بات ہے اور سود صریحاً حرام ہے اس طرح تمام نجی املاک کو کرایہ، بٹائی یا پٹے پر دینا جائز نہیں یہ کرایہ حرام ہے۔

بقیہ: اسلامی خلافت کے اہم خدوخال

حکم آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگرچہ اللہ اور اس کا رسولؐ شوریٰ سے بے نیاز ہیں۔ مگر شوریٰ کا یہ حکم اس لیے ہے تاکہ امت کے لیے رحمت ہو۔ اس کے بعد امت کا فرد (جو) رائے اور مشورہ طلب کرے گا کبھی اعلیٰ درجہ کی رہنمائی سے محروم نہ ہوگا اور جو شوریٰ کو ترک کر دے گا وہ کبھی غلط راہ سے نہ نکلے گا۔ (بیہقی۔ شعب الایمان)

حضرت قتادہ کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو وحی نازل ہونے کے باوجود اپنے اصحابؓ سے مشورہ کا حکم ملنا اس لیے تھا کہ قوم کا ضمیر اور رائے مطمئن ہو جائے اور شوریٰ امت کے لیے قانون بن جائے۔ (ابن جریر)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقاء (اصحابؓ) سے مشورہ کرنے میں اتنا سرگرم ہو۔ جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے"۔ (ترمذی)

قرآن پاک نے مذکورہ بالا دونوں موقعوں پر شوریٰ کا ذکر ان امور کے متعلق کیا ہے جو قرآن کے قانون اساسی میں طے شدہ نہیں ہیں اور جو دین کے ماتحت دنیا کے کارخانے کو چلاتے ہیں۔

شوریٰ کی روح

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں شوریٰ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کے افراد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات آپس میں ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آ جاتا ہے۔

شوریٰ کے فوائد

شوریٰ سے رائے عامہ اپنی اجتماعی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہے، شوریٰ کے فیصلے سے رائے عامہ مطمئن ہو جاتی ہے، حکومت کو اعلیٰ رہنمائی سے فیضیاب ہونے کا موقع ملتا ہے اور رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے، شوریٰ سے مدبرانہ غور و فکر کی طرف رہنمائی ہوتی ہے اور درست نتائج تک پہنچنے میں امداد ملتی ہے۔ شوریٰ محض ایک قانون ہی نہیں بلکہ ایک زبردست حکمت عملی بھی ہے۔

(بحوالہ اسلام کا نظام حکومت)

مصر کے قومی شاعر احمد شوقیؒ "الھمزیۃ النبویۃ" میں لکھتے ہیں :-

وَالدِّینُ یُسْرٌ وَالْخِلَافَةُ بَیْعَةٌ
وَالْاَمْرُ شُوْرٰی وَالْحُقُوْقُ قَضَاءٌ !

یعنی دین آسان ہے، کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ اور خلافت ایک معاہدہ ہے جس میں ہر بات باہم مشورہ سے ہوتی ہے اور جس میں تمام حقوق ادا کیے جاتے ہیں۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

اس کی مخالفت کی جائے دین نہیں بے دینی ہے، ایمان نہیں ایمان کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔

آدمی بحیثیت مسلمان ہونے کے دراصل اسلامی قوانین پر ایمان لاتا ہے اور شریعت کی اطاعت کا مکلف ہے۔ وہ نفس، سوسائٹی اور رواج پر عقیدہ نہیں رکھتا اور نہ اس کو ایسا کرنا چاہیے۔

آج کل عوام و خواص میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو اسلامی عقائد و قوانین پر رسم و رواج اور سیاسی چکر بازی کو مقدم رکھتے ہیں۔ آپ یقین کریں یہ سب لوگ وہ ہیں جن کو شریعت میں ضعیف العقیدہ کہا جائے گا یا خود غرض، اس وقت تک اطاعت امیر ضروری ہے جب تک کفر صریح کا ارتکاب نہ کرے۔

بقیہ :- اداریہ

کے غیر حقیقی ہونے کو عیاں کرنے کے لیے شب و روز اور صبح و شام سرگرداں دوڑتے پھر رہے ہیں۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد ملک کو مضبوط بنانے اور قومی وقار کی بحالی کے لیے آپ کو ایسے ہی پریشان ہونا چاہیے تھا، آپ کی نیندیں اُڑ جاتیں، ٹھاٹھ باٹھ کی عیاش سیاست ختم ہو جاتی، آپ ملک ملک جاتے، دنیا کو پاکستان کا برحق اور مظلوم ہونا بتاتے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے عالمی رائے عامہ بیدار کرتے، پاکستان کے نہتے اور پابند سلاسل "جانبازوں" پر سفاک بھارتی پہرے داروں کی فائرنگ اور مظالم کے خلاف دنیا چیخ اٹھتی انسانیت سے محبت کا دم بھرنے والے "چوہدریوں" کو بتایا جاتا کہ انسانیت تمہارے چہیتے بھارت کے کیمپوں میں پڑی سسکتی ہے — یہ کام کس کا تھا لیڈرو! کا — لیکن لیڈر لیلائے اقتدار کی تلاش میں بادیہ پیمائی کر رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

خدا کے لیے واپس آ جائیے، اپنوں میں بیٹھ کر اپنوں جیسی گفتگو کیجیے۔

اختلاف رائے کو اختلاف رائے ہی رہنے دیجیے، اختلاف مقاصد نہ بنائیے۔ آپ سب کی تمام تر جدوجہد کا مقصد ایک ہی ہونا چاہیے اور وہ ہے اقتصادی اور دفاعی طور پر مضبوط ترین اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تعمیر و ترقی —

بدلِ اشتراک

سالانہ	اٹھارہ روپے
ششماہی	دس روپے
سہ ماہی	پانچ روپے
فی پرچہ	چالیس پیسے

خبروں کے آئینے میں

حالات و واقعات

پاکستانی حجاج کی تعداد دنیا کے ۷۲ ممالک میں سب سے زیادہ تھی
۹۵ ہزار ۹ سو ۶۸ پاکستانیوں نے فریضہ حج ادا کیا

کراچی ۱۹ر جنوری۔ حکومت سعودی عرب کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق امسال بیرونی ممالک سے سعودی عرب پہنچنے والے زائرین حج کی کل تعداد چھ لاکھ ۴۵ ہزار ۱۸۲ تھی اور ان میں پاکستانی زائرین حج کی تعداد سب سے زیادہ یعنی ۹۵ ہزار ۹۶۸ تھی۔ اعداد و شمار کے تفصیلی تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ پاکستانی زائرین حج کی تعداد براعظم افریقہ یورپ اور امریکہ کے زائرین کی مجموعی تعداد سے بھی زائد رہی۔ افریقی ممالک سے ۸۰ ہزار ۷۴۸ زائرین سعودی عرب پہنچے تھے اور یورپ کے ممالک اور امریکہ سے آنے والے زائرین کی تعداد دو ہزار تین سو ۴۳ تھی۔ اور مجموعی تعداد ۸۴ ہزار ۱۷۹ تھی۔ پاکستان کے بعد دوسرا نمبر یمن کا رہا۔ جہاں سے ساٹھ ہزار ۲۵۰ زائرین حج کی ادائیگی کے لیے پہنچے تھے اور تیسری پوزیشن نائیجیریا کی رہی وہاں سے ۴۴ ہزار ۱۸۹ زائرین حج کے لیے آئے تھے ایشیا کے چھوٹے سے ملک جمہوریہ ضمیر سے صرف ایک صاحب حج کے لیے پہنچے اور یہ سب ملکوں میں اس کی سب سے کم تعداد تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب نے بنگلہ دیش تسلیم نہیں کیا ہے اور سرکاری اعداد و شمار میں مشرقی اور مغربی پاکستان سے پہنچنے والے زائرین کی مجموعی تعداد یکجا ظاہر کی گئی ہے۔ تاہم بنگلہ دیش سے پہنچنے والے تقریباً ۷ ہزار زائرین حج کی تعداد کو اگر مجموعی تعداد میں سے منہا کر دیا جائے تب بھی پاکستانی زائرین کی تعداد ۸۸ ہزار ۹۶۸ ہوتی ہے اور پھر بھی پاکستان کے حاجیوں کی تعداد سب سے زیادہ رہتی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق عرب ممالک سے سعودی عرب پہنچنے والے زائرین کی کل تعداد تین لاکھ ۲۰ ہزار ۳۹۳ تھی۔ ان میں دو لاکھ ۳ ہزار ۸۰۸ مرد اور ایک لاکھ ۱۷ ہزار ۵۸۵ خواتین تھیں۔ ان میں شام سے ۷۷۳، ۳۱، مصر سے ۲۹،۹۰۶۔ عراق سے ۱۸،۶۲۴، سوڈان سے ۲۹،۵۰۶، لیبیا سے ۲۳،۷۷۴۔ اردن سے ۲۵،۸۱۹، ایران سے ۳،۵۱۸، دوبئی سے ۲۲۰، الجیریا سے ۲۵،۸۹۴، جنوبی یمن سے ۲۰۴۶، راس الخیمہ سے ۵۹، ابوظبی سے ۸۱۴، مراکو سے ۲۵،۲۲۵، فلسطین سے ۱۵۵۶، کویت سے ۸۰۹۴، لبنان سے ۱۵،۶۷۰، یمن سے ۲۵،۹۰۰، تیونس سے ۱۰،۱۲۶، قطر سے ۳۳۶، بحرین سے ۲،۶۶۵، عمان سے ۱۸۴۳، دیگر امارتوں سے ۸۴۔ اور شارجہ سے ۶۱ زائرین آئے تھے۔ بقیہ ایشیائی ممالک سے کل دو لاکھ ۴۰ ہزار ۲۳۵ زائرین حج کے لیے پہنچے۔ ان میں ایک لاکھ ۵۶ ہزار ۵۲۴ مرد اور ۸۳،۷۰۱ خواتین تھیں۔ تفصیلات کے مطابق ترکی سے ۲۷،۲۲۵، ایران سے ۲۵،۲۹۸، بھارت سے ۱۸،۳۰۶، پاکستان سے ۹۵،۹۶۸، انڈونیشیا سے ۲۲،۷۵۹، افغانستان سے ۷۴۴، ۱۷، ملائیشیا سے ۱۰،۳۹۵، جمہوریہ ضمیر سے ایک، سیلون سے ۷۶، جنوبی ویت نام سے ۱۲، فارموسا سے ۱۸، سنگاپور سے ۷۶۱، فلپائن سے ۷، تھائی لینڈ سے ۲۰۵۷ اور دیگر ایشیائی ممالک سے ۴ زائرین حج کے لیے پہنچے۔ بقیہ افریقی ممالک سے آنے والے زائرین کی مجموعی تعداد ۸۰ ہزار ۸۴۵ تھی۔ ان میں سے ۲۲۷،۵۹ مرد اور ۲۲،۶۱۸ خواتین تھیں۔ تفصیلات کے مطابق صومالیہ سے ۲۰۳۲، نائیجیریا سے ۴۴،۱۸۹، سینیگال سے ۲،۷۱۹، نائیجر سے ۳،۹۶۸، ایتھوپیا سے ۲۸۴۳، مالی سے ۱۱،۵۶۹، بالائی والٹا سے ۱،۱۱۷، موریطانیہ سے ۸۶۷، کیمرون سے ۱،۷۵۱، یوگنڈا سے ۸۵۶، تنزانیہ سے ۱،۳۱۲، کینیا سے ۲۷۴، دھومی سے ۷۹۴، لائبیریا سے ۲۹، گیمبیا سے ۳۱۶، چاڈ سے ۳،۰۰۲، غینیا سے ۱،۰۸۱، جنوبی افریقہ سے ۲،۵۵۹، گھانا سے ۸۰۰، ٹوگولینڈ سے ۱۱۹۱، وسطی افریقہ سے ۳۵۹، آئیوری کوسٹ سے ۹۳۰۔ سیرالیون سے ۱۳۳، جزیرہ ماریشس سے ۲۰۵، ملاگاسی سے ۲۶، کانگو سے ۴۴، اور دیگر مقامات سے ۶۴۳ زائرین پہنچے۔ یورپی ممالک اور امریکہ سے آنے والے کل زائرین حج کی تعداد ۲،۳۴۳ تھی۔ ان میں برطانیہ سے ۱۰۵۴، یونان سے ۲۸۶، یوگوسلاویہ سے ۱۸، فرانس سے ۴۹۷، پرتگال سے ۱۰۶۱، سپین سے ۱۲۳، امریکی ممالک سے ۱۶۰، اور دیگر ملکوں سے ۱۱۱ زائرین حج آئے تھے اس طرح ۷۲ سے زائد ممالک کے چھ لاکھ ۴۵ ہزار ۱۸۲ زائرین نے فریضہ حج ادا کیا۔ گزشتہ سال بیرونی ممالک سے حج کے لیے سعودی عرب پہنچنے والے زائرین کی تعداد چار لاکھ ۷۹ ہزار ۳۳۹ تھی جس میں امسال تقریباً ۵۰ فیصد اضافہ ہوا۔ (جنگ کراچی)

شکاگو میں مسجد کی تعمیر کے لیے قذافی کا عطیہ

بیروت ۹ر جنوری عالمی چیمپین باکسر محمد علی کلے نے کہا ہے کہ لیبیا کے صدر قذافی نے امریکہ کے سیاہ فام مسلمانوں کو شکاگو میں اپنی مسجد تعمیر کرنے کی غرض سے چالیس لاکھ روپے کا عطیہ دیا ہے۔ (نئی روشنی کراچی)

مصر لیبیا سے قطع تعلق کرے
وزیر خارجہ اسرائیل کی نئی شرط

تل ابیب ۹ر جنوری وزیر خارجہ اسرائیل ابابان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگر مصر اسرائیل کے ساتھ صلح کی بات چیت کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ لیبیا سے اپنے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرے کیونکہ جب تک مصر کے لیبیا کے ساتھ روابط ہیں مصر کی کسی بات پر یقین کرنا مشکل ہے۔ (نئی روشنی کراچی)

مصر، شام اور لیبیا کی مشترکہ فوجی کمان

قاہرہ ۲۱ر جنوری مصر کے وزیر جنگ جنرل احمد اسمٰعیل کو مصر، شام اور لیبیا کی افواج کا مشترکہ کمانڈر انچیف مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس تقرر کا اعلان شام کے صدر حافظ الاسد، لیبیا کے صدر معمر قذافی اور صدر سادات نے ایک علامیے کے ذریعے کیا ہے۔ ان تینوں سربراہوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ عرب دفاعی کونسل کے آئندہ اجلاس میں اردن کے مشرقی محاذ کے بارے میں بھی غور کیا جائے گا۔ یہ اجلاس ہفتے کے روز ہو رہا ہے۔ (امروز، لاہور)

یحییٰ خاں نے اب دنبوں کی قربانی کی

پشاور ۱۹ر جنوری معلوم ہوا ہے کہ سابق صدر یحییٰ خاں جوان دنوں ایبٹ آباد میں نظر بند ہیں۔ عوام کے خوف سے اپنے بنگلے کے لان میں بھی بہت کم آتے ہیں اور اگر کبھی لان میں آتے بھی ہیں تو کسی ایسے گوشے میں بیٹھتے ہیں جہاں وہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہ سکیں۔ یحییٰ خاں باقاعدگی سے تقریباً تمام قومی اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ریڈیو کے ذریعہ فلمی گانے بھی سنتے ہیں۔ عید کے روز انہوں نے دو دنبے قربان کیے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے ان دنبوں کا گوشت کن لوگوں میں تقسیم کیا۔ (جنگ کراچی)

پاکستانی صحافیوں سے شہزادہ فواد کی بات چیت

جدہ ۲۴ر جنوری مکہ معظمہ کے گورنر شہزادہ فواد بن عبدالعزیز نے کہا ہے کہ سعودی عرب کی حکومت اپنے لیے یہ بات باعث اعزاز سمجھتی ہے کہ وہ پاکستان کو اس نازک موڑ پر بھرپور مدد دے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے عالم اسلام میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔ وفد نے شہزادہ فواد اور سعودی حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ (جنگ کراچی)

ادارہ خدام الدین لاہور کی ایک تاریخی پیشکش

داستانِ حیات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مدنی نمبر

زیر ادارت
مجاہد الحسینی

حسب و نسب — تذکرۂ اسلاف
شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خاندانی حالات اور اسلاف کے تذکرے

آسمانِ رشد و ہدایت کے درخشندہ ستارے
جنہوں نے گم کردہ راہ انسانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور ظلمت کدۂ ہند میں زہد و تقویٰ، اور مجاہدہ و ریاضت کی شمعیں جلائیں۔

علم و فضل — تعلیم و تربیت
جلیل القدر اساتذہ اور عظیم المرتبہ علمی و دینی شخصیات
جن کی نگاہِ کرم اور توجہ سے آپ علم و فضل کی رفعتوں اور بلندیوں سے سرفراز ہوئے

سیاست و قیادت
تحریکِ آزادی کے سلسلہ میں آپ کی عظیم الشان خدمات کا تذکرہ، جو بر صغیر ...
پاک و ہند بلکہ دنیا بھر کے مظلوم انسانوں اور محکوم قوموں کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہوئیں

فرنگی سامراج کے ہولناک مظالم: دار و رسن، قید و بند اور اسارتِ مالٹا کے لرزہ خیز واقعات

مسئلہ قومیت و وطنیت: حضرت شیخ مدنیؒ اور علامہ اقبالؒ کے مابین ایک فکری و نظری عارضی اختلافات کا تحقیقی جائزہ ● نئی معلومات — اقبال ... کی ...

اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا **خصوصی مقالہ** اور **انٹرویو**

ہم عصر شخصیات
دینی و سیاسی راہنما — حضرت شیخ مدنیؒ کے ساتھ ان کے مراسم و تعلقات ● مختلف شخصیات کے خصوصی انٹرویو
مختلف دینی، سیاسی اور قومی تحریکوں کے بارے میں حضرت مدنیؒ کے تاثرات،
● حضرت مدنیؒ کے ساتھ فکر و نظر کا اختلاف رکھنے والوں کے اختلافات اور ان کا موقف،
● پاک و ہند کے معروف اہلِ قلم، اور نامور دینی و سیاسی شخصیات کے بلند پایہ مضامین
● دین و سیاست ● مجاہدہ و ریاضت
● جرأت و مردانگی ● حق گوئی و بیباکی
کی ایک ناقابلِ فراموش تاریخی سرگذشت

عنقریب شائع ہو رہا ہے

● شعرائے کرام کا نذرانۂ عقیدت
● معرکہ آرا تقاریر
● خطباتِ صدارت
● نادر خطوط کا عکس
دار العلوم دیوبند اور آپ کی رہائش گاہ کی تصاویر

قیمت
تین روپے پچاس پیسے

ایک ضخیم معلوماتی دستاویز ● خوشنما کتابت و طباعت ● سرورق قدیم آرٹ کا حسین مرقع

ناظم شعبۂ اشاعت ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا